اسلامی اقدار کا نقیب

ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

زیرِ نگرانی

حضرت مولانا مفتی محمود

مدظلہ العالی

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ ○ جمعہ



غزل

اس گلی تک جس کسی صورت میں دیوانے گئے
پتھروں نے دی خبر آ کر کہ پہچانے گئے

پردۂ گل میں چھپیں، اور ہیں ردائے مہر و ماہ
کوئی صورت ہو بہر صورت پہچانے گئے

دیکھ کر یہ رنگ فرزانوں پہ سکتہ چھا گیا
رقص کرتے جانبِ مقتل جو دیوانے گئے

جس طرح پھولوں کی خوشبو لے اُڑے موجِ نسیم
مجھ سے پہلے اِس گلی میں میرے افسانے گئے

یہ خبر سُن کر، وہ مقتل میں اٹھائینگے نقاب
جن کو ان سے پیار تھا وہ گردنیں تانے گئے

جوشِ وحشت میں سوئے صحرا چلا سلمان جب
دور تک احباب اس کے ساتھ سمجھانے گئے

سید سلمان گیلانی شیخوپورہ



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۳۵

جمعۃ المبارک ۱۷ رمضان المبارک ۲ ستمبر ۱۹۷۷ء

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۔۔۔ ۴۵ روپے
ششماہی ۔۔۔ ۲۳ روپے
سہ ماہی ۔۔۔ ۱۱/۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

یکے از مطبوعات
جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

ادارایہ

ذرائع ابلاغ کے ادارے

ذرائع ابلاغ، اسلام اور نظریۂ پاکستان کے بنیادی اصولوں کے مطابق ملک و قوم کی خدمت کو شعار بنائیں۔ نشر و اشاعت کے ادارے وقت کے تقاضوں کو پورا کریں۔ کوتاہی کرنے والوں سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ ملک کی یک جہتی و سالمیت اور اسلامی اصولوں پر سودے بازی ناممکن ہے۔

یہ ہیں وہ الفاظ جو وفاقی وزارت اطلاعات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کارپوریشنوں کے سینئر افسروں سے خطاب کرتے ہوئے گزشتہ دنوں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹیٹر جنرل محمد ضیاء الحق نے کہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ذرائع ابلاغ کو جس قدر آزادی اب دی گئی ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملے گی اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ذرائع ابلاغ اپنے آپ کو نئے حالات کے سانچے میں ڈھالنے میں دشواریاں محسوس کر رہے ہیں۔

تیس سال کے بعد ذرائع ابلاغ کو آزادی دیئے جانے کے سلسلے میں جنرل ضیاء الحق نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ نہ صرف مبنی بر حقیقت ہیں بلکہ ہر قسم کی تاویل و ابہام سے مبرا ہیں یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ حالیہ آزادی سے قبل تک ذرائع ابلاغ کے اداروں کے کارپرداز اور ذمہ دار افراد برسراقتدار طبقہ کے اشارہ ابرو پر رقص کر کے اپنے تن و توش کے لیے سامان فراہم کرتے رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کو رائے عامہ پر اثر انداز ہونے کی جو موثر قوت حاصل ہے وہ امر مخفی نہیں لیکن اس موثر قوت کا ہر دور میں غلط استعمال کیا جاتا رہا ہے۔

ہر دور میں بھانڈوں، گویوں، نچنیوں اور ان کی پشتیبان خوشامدیوں کا ایک طائفہ نہایت ہی بھونڈے اور بے ہنگم سروں میں مقتدر ٹولے کی مدح سرائی کرتا رہا ہے۔ اور یہ عادت بد اس طائفہ ناہنجار کی اتنی پختہ ہو گئی تھی کہ بقول جنرل ضیاء الحق اس طائفہ کو اپنے آپ کو نئے حالات کے سانچے میں ڈھالنے میں دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔

۵ جولائی کے کامیاب انقلاب سے قبل تک ذرائع ابلاغ کے ان اداروں نے وہ وہ گل کھلائے کہ رہے نام سائیں کا۔ ان اداروں کے نزدیک حب الوطنی کا معیار یہ رہا ہے کہ جو گروہ اقتدار سے باہر ہو وہ ملک دشمن، اقتدار سے ہٹنے کے بعد ایک آدمی راتوں رات، ملک دشمن اور غدار بن جاتا تھا اور اقتدار میں آ کر ایک اچھا خاصہ "ملک دشمن" چشم زدن میں محب وطن قرار پاتا تھا۔

خصوصاً گزشتہ "عوامی دور" کے چھ سال میں تو اس سمت میں ان اداروں کی کارکردگی اور "نیک نامی" اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کوئی شریف آدمی ہو گا جس کی دستار ان کی دراز دستیوں سے محفوظ رہ سکی ہو۔ اقتدار سے اختلاف کرنے والے بڑے سے بڑے انسان کی کردار کشی ان کا بائیں ہاتھ کا کھیل رہا ہے جس پر جو چاہا الزام دھر دیا اور جس پر جب چاہا اپنی پسند کی تہمت لگا دی امریت اور فسطائیت کے "عوامی دور" میں ایک ظالم و جابر اور مطلق العنان فرمان روا کو غیر معمولی انسان ثابت کرنے میں ان اداروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور منازل ترقی طے کیں اور شاہ کی مصاحبت کا حق ادا کر دیا۔

اس یک طرفہ اور مکروہ پروپیگنڈے کے ذریعہ دیہاتی عوام کو گمراہ کرنے میں ان اداروں نے خاصہ کام کیا اب اس کی تلافی کی ایک ہی صورت ہے کہ یہ ادارے اپنے اعمال شنیعہ کا کفارہ ادا کرتے ہوئے جنرل صاحب کی ان ہدایات کو عملی جامہ پہنائیں جو انہوں

ملک کی سالمیت و یک جہتی، اسلام اور نظریہ پاکستان کے سلسلے میں دی ہیں۔ اسلام اس ملک کے قیام کی اساس ہے۔ اور اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا دوسرا نام نظریۂ پاکستان ہے، ان دونوں حقیقتوں کا زبانی اقرار کرتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص کسی تیسری چیز کا نام لیتا ہے تو وہ دراصل اسلام پر دل کی گہرائیوں سے یقین نہیں رکھتا اور نظریۂ پاکستان کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ایسے شخص اور ایسی جماعت کے حق میں پروپیگنڈہ کرنا دراصل ملک کی اساس کو کمزور کرنا اور نظریۂ اسلام کی مخالفت کرنا ہے جس سے ملک کی سالمیت اور یک جہتی پر براہ راست چوٹ پڑتی ہے۔

پاکستان کی نظریاتی اساس کو ختم کرنے میں معزول وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور ان کے ٹکڑ ڈکہ نے جس قدر اور جس جس عنوان سے جدوجہد کی ہے۔ وہ عیاں را چہ بیاں کا مصداق ہے۔ اس کے تدارک کا مثبت طریقہ یہ ہے کہ ان کی ان کوششوں کو ذرائع ابلاغ کے کارپردازان بے نقاب کریں تاکہ قوم آئندہ کسی شدید ترین مصیبت کا شکار نہ ہو۔ اب جب کہ قوم نے اپنے نمائندے منتخب کرنے ہیں تو اس امر کی سخت ضرورت ہے تاکہ پچھلی غلطی کا اعادہ نہ ہو سکے۔ اور عوام آزادی کے ساتھ ایسے نمائندے منتخب کر سکیں جن کا دامن بدعنوانیوں سے داغدار نہ ہو۔

بقیہ کشمیری رہنماؤں کی آمد

حکومت کی تبدیلی کا آزاد کشمیر پر بھی خوشگوار اثر پڑا۔

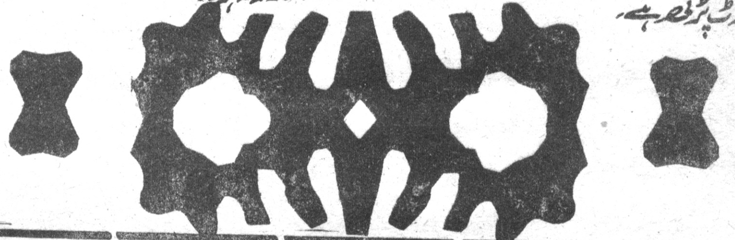
پیپلز پارٹی اپنے انجام کو پہنچی، لیکن اب ضرورت یہ ہے کہ کشمیر اور پاکستان جس مقصد کے لئے حاصل کیا اسے پورا کیا جائے۔

سب سے پہلے ہمیں دونوں جگہوں پر اس نظام کو ہی نافذ کرنا ہے جس کے لئے یہ ملک حاصل کئے گئے۔ اب تو اہلِ پاکستان اور اہلِ کشمیر نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے۔۔۔ دو ٹوک فیصلہ دے دیا ہے۔ اب تو سوشلزم کے داعی بھی اسلام کا نام لینے لگے ہیں۔ اب سب سے اہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اسمبلیوں میں ایسے لوگ لائے جائیں جو اسلامی نظام نافذ کر سکیں۔ اپنی ذات پر مکمل اسلام نافذ کئے ہوئے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ملک کی تباہی اور قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہوگا۔

اس مقصد کے لئے ہماری جماعت نے آئندہ آزاد کشمیر کے الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ جمعیتہ علماء آزاد جموں و کشمیر کے نمائندوں کو اسمبلی میں پہنچائیں تاکہ نظامِ مصطفیٰ کے عملی نفاذ میں یہ اپنا بھرپور حصہ ادا کر سکیں۔

مولانا نے بتایا کہ ہم نے اپنا منشور شائع کر دیا ہے۔

جب منشور پڑھنے لگے تو افطاری کا وقت ہو گیا۔ موقع کی نزاکت کی وجہ سے منشور کی چھپی ہوئی کاپیاں اخباری نمائندوں کو تقسیم کر دی گئیں۔ اور یہ سادہ اور پروقار تقریب افطار پارٹی کے ساتھ اختتام کو پہنچی۔



افضل بدیل، عالمِ باعمل، عارفِ کامل، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی

ذاتِ یعقوب

[illegible]

مقبول جہانگیر

یہ تذکرہ ہے مولانا مملوک علی نانوتوی کے فرزندِ ارجمند، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی محدث دہلوی کے شاگردِ رشید، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلیفۂ مجاز، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہمعصر، ہمدم و ہمراز اور شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا اشرف علی تھانوی کے استاذ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب علیہ الرحمۃ کا —— جو اپنی ذات و سیرت میں بہت بڑے عالم، اعلیٰ درجے کے محدث و فقیہہ، کامل شیخ اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیوبند کے اولین شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے روحانیات اور اخلاقِ عالیہ کا حسین و جمیل پیکر، سینے میں ایسا دلِ بیدار رکھنے والے جس میں حق تعالیٰ شانہٗ کی معرفت کے ہر آن چشمے ابلتے اور ان اولیائے کرام میں شامل جن کی نسبت ولایت پر کوئی شک و شبہے کی گنجائش نہ تھی۔ شریعت و طریقت کا ایسا امتزاج مولانا کی شخصیت میں تھا کہ اس کے نمونے خال خال اس دورِ تنزل حال میں دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا کی پاکیزہ نورانی صورت، ان کی سیرت پر شاہد تھی اور انکی ولایت کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت نہ تھی۔

مولانا صبر و رضا اور توکل کی تصویر تھے۔ امراء سے میل ملاقات اور تعارف میں استغنا کی ایسی مثالیں بہت ہیں۔ امیر شاہ صاحب کی روایت ہے کہ مولانا یعقوب جن دنوں مراد آباد میں تھے تو میں اور حافظ عطاء اللہ صاحب چھتاری سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نواب محمود علی خاں کی بڑی آرزو تھی کہ ایک مرتبہ مولانا یعقوب چھتاری تشریف لائیں، لیکن مولانا ٹال جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے بہت اصرار کیا۔ مولانا نے فرمایا:

"ہم نے سنا ہے کہ جو مولوی نواب صاحب کے ہاں جاتا ہے نواب صاحب اسے روپے دیتے ہیں۔ ہمیں وہ خود بلاتے ہیں اس لیے شاید سو دو سو روپے زیادہ دیں۔ سو دو سو روپے ہمارے کے دن کے؟ وہاں جاکر مولویت کے نام کو دھبہ نہ لگائیں گے۔"

مولانا محمد یعقوب کا سلسلۂ نسب چھٹی پشت میں بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم اور سینتالیسویں پشت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ مولانا نانوتہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ تاریخ پیدائش ۱۳ صفر ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۳۱ء ہے۔ تاریخی نام منظور احمد رکھا گیا۔ مولانا کے اجداد میں سے قاضی مظہر الدینؒ کو سلطان سکندر لودھی نے ۸۷۱ھ میں سمرقند سے ہندوستان طلب کیا تھا۔ دیگر عہدوں اور مناصب کے ساتھ ساتھ شہر دہلی کے عہدۂ قضا پر بھی مامور کیا۔ قاضی مظہر الدین کا مزار آج بھی دلی میں موجود ہے۔ ہندوؤں نے سرکشی کی تو سلطان سکندر لودھی نے قاضی مظہر الدین کے ایک صاحبزادے قاضی میراں بڑے کو نانوتہ میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اور وہاں کا عہدۂ قضا مرحمت فرمایا۔ اسی زمانے سے یہ صدیقی خاندان نانوتہ میں ہمیشہ کے لیے بس گیا۔

مولانا یعقوب کی ابتدائی تعلیم اردو، فارسی، ناظرہ و حفظِ قرآن کریم [illegible] میں ہوئی۔ مولانا محمد قاسم [illegible] تھے۔ بچپن ہی میں قرآن حفظ کر لیا [illegible] میں بھی [illegible] حاصل کی اور [illegible]

بہ

کا کام سیکھا۔

گیارہ سال کی عمر میں مولانا محمد یعقوب اپنے والد کے ساتھ دہلی روانہ ہوئے۔ مولانا محمد قاسم بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ دہلی پہنچتے ہی پڑھائی شروع ہوگئی۔ دہلی میں عربی نصاب کی تمام کتابیں جو معقولات اور منقولات پر مشتمل تھیں، اپنے والد محترم سے پڑھیں اور انہی نے دہلی کالج میں داخل کرایا۔ آپ کی تعلیم کا سلسلہ سات سال تک رہا۔ ۱۸۵۱ء میں مولانا مملوک علی وفات پا گئے۔ والد کے انتقال کے بعد بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ اس زمانے میں مولانا یعقوب چیلوں کے کوچے میں رہتے تھے۔ یہاں ایک مکان مولانا مملوک علی نے اپنی زندگی ہی میں خرید لیا تھا۔ حدیث کی کتابیں مولانا نے دہلی کے مشہور محدث اور شیخ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے پڑھیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مولانا محمد قاسم اور مولانا یعقوب جب پہلے حج سے واپس آئے تو نانوتہ میں قیام کے زمانے میں مولانا محمد قاسم سے قدرے بخاری شریف آپ نے پڑھی۔ میرٹھ کے دوران قیام میں صحیح مسلم بھی پڑھی۔

اٹھارہ برس کی عمر میں مولانا کی پہلی شادی ہوئی۔ اس بیوی سے آپ کے چھ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ یہ سب اولاد ایک بیٹے مولانا معین الدین کے سوا مولانا کی زندگی ہی میں داغ مفارقت دے گئی۔ بیوی کا انتقال ۱۲۹۲ھ میں ہوا۔ دوسرا نکاح ایک بیوہ خاتون سے کیا۔ اس نکاح میں دو باتیں اہم ہیں۔ پہلی یہ کہ نکاح یکم محرم کو کر کے وہ بدعت توڑ دی گئی، جس میں ماہ محرم کے دنوں میں لوگ شادی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ دوسری یہ کہ شیخ زادوں اور بڑی قوم کے مسلمانوں میں عورت کے دوسرے نکاح کو اسی طرح مذموم اور قبیح سمجھا جاتا جیسا ہندوؤں میں۔ مولانا محمد یعقوب اور بیوہ کے وارثوں نے یہ رسم بھی توڑ کر دکھا دی۔ ان دوسری زوجہ کا بھی آٹھ برس بعد انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد مولانا نے تیسرا نکاح کیا۔ ایک دو کے سوا مولانا کی کوئی اولاد زندہ نہ رہی۔ تمام بچوں کو اپنے ہاتھوں سے دفنایا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کی روایت ہے کہ مولانا کے ۲۴ برس کے کڑیل جوان صاحبزادے حافظ علاء الدین کا انتقال خاص بقر عید کے روز ہوا۔ نماز سے پہلے ان کی حالت بہت غیر تھی۔ جب نماز کا وقت آیا تو مولانا یعقوب یہ کہہ کر کہ اللہ کے سپرد، اللہ خاتمہ بالخیر کرے، نماز میں پہنچ گئے اور اس میں دیر نہ کی۔ مولانا صبر و استقلال کا کوہ گراں تھے۔

مولانا محمد یعقوب کا سلسلۂ نسب
سینتالیسویں پشت میں
سیدنا ابوبکرؓ سے جا ملتا ہے

مولانا محمد یعقوب پر اٹھارہ برس کی عمر ہی میں ایک بڑے کنبہ کی خبر گیری اور معاش کا بوجھ آن پڑا تھا۔ دہلی کالج کی سند مولانا کے پاس تھی۔ جو اس زمانے میں اچھی سے اچھی ملازمت کے حصول کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ مولانا کو اجمیر میں تیس روپے ماہانہ کی ملازمت گورنمنٹ کالج میں مل گئی۔ وہاں کا انگریز پرنسپل آپ کی صلاحیتیں اور علم و فضل دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے کہا:

"حقیقتاً مولوی تو بہت اچھا ہے مگر نوعمر/کم سن ہے۔"

پانچ برس تک مولانا اجمیر میں رہے۔ یہاں مولانا نے بڑی ترقی کی اور بہت جلد مدرس اول بن گئے۔ فرائض منصبی نہایت خوش اسلوبی، دیانت اور محنت سے سرانجام دیتے۔ اور اوقات کی پابندی کا بڑا لحاظ رکھتے۔ سہارنپور میں جب ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ خالی ہوا تو انگریز پرنسپل کی سفارش پر حکومت نے ان کا تقرر کر دیا۔ پرنسپل نے خوش خوش مولانا کو اطلاع کی، لیکن آپ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا، میں محکمہ تعلیم سے الگ ہونا پسند نہیں کرتا۔ میں اپنے اسی منصب پر قانع اور خوش ہوں۔ کچھ عرصے بعد آپ کی تنخواہ سو روپے ماہانہ ہوگئی اور بنارس تبادلہ کر دیا گیا۔ بنارس سے تبادلہ رڑکی کا ہوا اور وہاں سے ڈیڑھ سو روپے کی تنخواہ پر ڈپٹی انسپکٹری پر سہارنپور تشریف لائے۔ اسی میں ۱۸۵۷ء کا انقلاب نمودار ہوگیا۔

سہارنپور سے آپ کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتہ لے آئے۔ مولانا یعقوب کا بیان ہے:

"اسی عرصہ میں غدر ہوگیا۔ بعد رمضان مولانا قاسم صاحب احقر کو لینے سہارنپور آئے۔ چند آدمی وطن کے ان کے ساتھ تھے۔ اس وقت بغیر ہتھیار کے چلنا دشوار تھا۔"

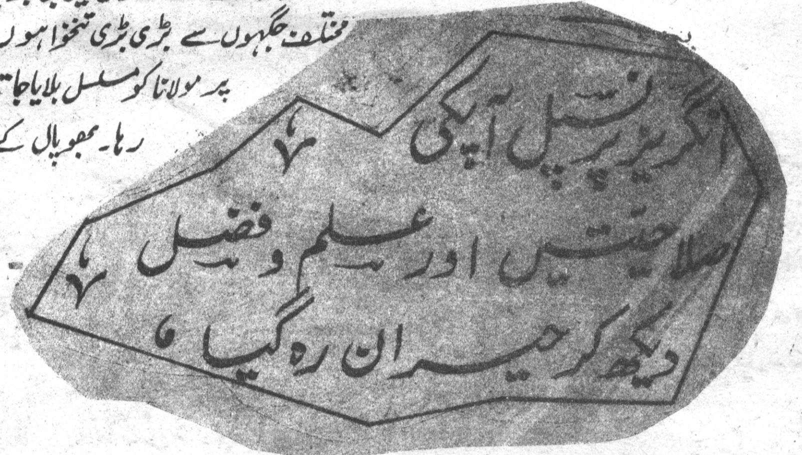
نانوتہ میں قیام کے دوران میں انہوں نے مولانا محمد قاسم سے بخاری شریف پڑھی اور نشانہ بازی کی مشق کی۔ اس کے بعد شاملی میں انگریزوں سے جنگ ہوئی مگر مولانا محمد یعقوب کے شریک ہونے کا پتہ نہیں چلتا۔ تاہم حاجی امداد اللہ، مولانا گنگوہی اور مولانا محمد قاسم کی پکڑ دھکڑ، دار و گیر اور عام مسلمانوں کے قتل و غارت کے باعث مولانا کو انگریزی حکومت سے سخت نفرت ہوگئی۔ مولانا کے بھتیجے حکیم عشرتی کا بیان ہے کہ ہنگامہ فرو

ہونے کے بعد آپ کو چھ ماہ کی تنخواہ نو سو روپے یک مشت بھیجی گئی، اور ڈیوٹی پر دوبارہ طلب کیے گئے۔ تو آپ نے وہ نو سو روپے واپس کر دیئے اور کہا کہ میں نے ان چھ مہینوں میں سرکار کا کچھ کام انجام نہیں دیا۔ اسی لیے میں یہ روپیہ نہیں لے سکتا۔ اور نہ اب میں سرکاری ملازمت کرنا چاہتا ہوں۔ ملازمت ترک کر دینے کے بعد دسمبر ۱۸۶۱ء تک کا عرصہ زیارات حرمین شریفین میں گزارا۔

ایک سال بعد آپ وطن واپس آئے میرٹھ میں منشی ممتاز علی صاحب کے مطبع میں مولانا محمد قاسم صاحب پہلے سے موجود تھے انہیں منشی صاحب نے پرانی دوستی کے سبب اپنے پاس بلا لیا تھا۔ اور تصحیح کتب کی خدمت ان کے سپرد کی تھی۔ یہ خدمت برائے نام تھی۔ ان کا مقصود دراصل مولانا قاسم کو اپنے پاس رکھنا تھا۔ مولانا یعقوب کا ارشاد ہے۔ "احقر اسی زمانے میں بریلی اور لکھنؤ ہو کر میرٹھ کے اس چھاپہ خانے میں نوکر ہو گیا۔ منشی جی حج کو گئے تھے اس وقت ایک جماعت نے مولانا قاسم سے مسلم شریف پڑھی۔ احقر بھی اس میں شریک رہا۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی"۔

مدرسہ قائم ہوتے ہی مولانا محمد قاسم صاحب نے ابتدائی مدرس کے طور پر ملا محمود صاحب دیوبندی کو مقرر فرمایا۔ ان کی تنخواہ پندرہ روپے ماہانہ مقرر کی گئی۔ لیکن پہلے ہی سال جب طلبہ کی تعداد بڑھ گئی تو مولانا قاسم نے مولانا یعقوب صاحب کو دارالعلوم دیوبند کا صدر مدرس تجویز کر کے میرٹھ سے بھیجا۔ ابتدائی تنخواہ تیس روپے ماہانہ طے پائی تھی۔ مولانا یعقوب کو ہر چند کئی مقامات سے گراں قدر مشاہرے پر طلب کیا جا رہا تھا لیکن انہوں نے کچھ التفات نہ فرمایا اور تیس روپے کی تنخواہ بڑی خوشی سے قبول فرمائی۔ ایثار اور دنیا سے بے تعلقی کی یہ نادر مثال ہے۔

ملازمت کے دوران میں بھی برابر مختلف جگہوں سے بڑی بڑی تنخواہوں پر مولانا کو مسلسل بلایا جاتا رہا۔ بھوپال کے



مدار المہام مولانا جمال الدین نے تین سو روپے ماہانہ پر بھوپال تشریف لانے کی درخواست کی، لیکن آپ نے کبھی ادھر کا رخ نہ کیا، اور مدرسہ دیوبند کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ للہیت اور خلوص کا یہ عالم تھا کہ محرم ۱۳۰۱ھ سے تنخواہ بند کر دی اور پھر وفات تک مدرسے سے ایک پیسہ تنخواہ کے نام پر نہیں لیا۔ معاش کے لیے آپ نے ایک دکان کھولنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا، مگر یہ پردۂ اخفا میں ہے کہ دکان کب کھلی اور اس پر کام کون کرتا تھا۔ غالباً چند حضرات نے مشترک سرمائے سے کوئی دکان کھولی تھی۔ اس میں مولانا بھی شریک تھے۔ اس کا نام اسلامی دکان رکھا گیا اور یہاں کپڑا فروخت ہوتا تھا۔

دارالعلوم میں درس کے علاوہ فتویٰ نویسی، انتظامی امور اور سالانہ جلسوں میں تقریریں بھی کیا کرتے تھے۔ معقولات اور منقولات دونوں علوم کی تعلیم دیتے۔ آپ کے تلامذہ کی کثیر تعداد ایسی ہے جس نے آگے چل کر اپنے اپنے دائرے میں بہت نام پیدا کیا۔ اور دین و سیاست میں وقیع خدمات انجام دیں۔ ان تلامذہ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد حسن امروہی، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مفتی عزیز الرحمن عثمانی، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا حبیب الرحمن عثمانی وغیرہم نمایاں ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب کا حلقۂ درس کیا ہوتا تھا حلقۂ توجہ ہوتا تھا۔ یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے، آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار و قطار آنسو جاری ہیں۔ یہی حال طلبہ کا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ ہم نے چاہا کہ مولانا سے مثنوی مولانا روم پڑھیں۔ مہتمم مدرسہ مولانا رفیع الدین تک بات پہنچی تو سختی سے منع فرمایا اور ہم سے کہا کہ مولانا محمد یعقوب کو تم لوگ مدرسے میں بیٹھنے دو گے یا نہیں۔ اگر مثنوی پڑھانے لگے تو جنگلوں کو نکل جائیں گے۔ آگ بھڑک اٹھے گی۔ مولانا کی طبیعت میں ذوق و شوق اور سوز و گداز بہت تھا۔ اجمیر کے زمانۂ قیام میں ایک مرتبہ صبح کی نماز کو تشریف لا رہے تھے۔ راستے میں بھڑبھونجے دھان کوٹ رہے تھے دھان کوٹنے کی آواز کان میں آئی اور مولانا کو وہیں وجد ہو گیا۔ ایک بار دیوبند چھتہ کی مسجد میں وضو کر رہے تھے کہ کسی جانب سے غمزدہ عورت کے رونے کی آواز آئی۔ بس وہیں وضو کرتے کرتے اس غمزدہ کے گریہ سے مولانا کی حالت متغیر ہو گئی۔

مولانا ماہانہ امتحان کے عادی نہ تھے۔ مہینہ ختم ہوتا تو امتحان کا پرچہ منگا کر بلا امتحان ہی سب کے نمبر لکھ دیتے تھے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ حضرت، بلا امتحان ہی نمبر لکھ دیتے ہیں۔ فرمایا، مجھے سب کی لیاقت معلوم ہے اگر کہو تو لاؤ سب کا امتحان لے لوں؟ یاد رکھو اس سے کم ہی نمبر آئیں گے۔"

باقی آئندہ شمارہ میں

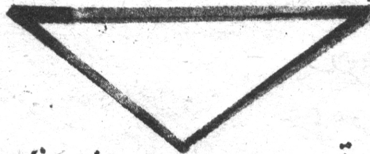
الطاف حسین سرکولیشن مینجر کے قلم سے

قائدین جمعیت علماء آزاد جموں کشمیر کی لاہور میں آمد

"آزاد کشمیر میں نظامِ مصطفےٰ کے علاوہ کوئی نظام رائج نہیں ہونے دیا جائیگا"

—— مولانا محمد یوسف، امیر جمعیت علماء آزاد جموں وکشمیر

گذشتہ دنوں، جمعیتہ علماء آزاد جموں وکشمیر کے امیر حضرت مولانا محمد یوسف خان و ناظم اعلیٰ امیر الزمان خان صاحب اپنے دیگر رفقاء کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔
جمعیتہ علماء آزاد جموں وکشمیر کی لاہور شاخ نے ان کے اعزاز میں ہوٹل "الفاروق" میں افطار پارٹی کا اہتمام کیا رپورٹنگ پیش خدمت ہے!



الفاروق ہوٹل کے مختصر سے ہال میں لگی کرسیوں پر لاہور اور گوجرانوالہ میں مقیم آزاد کشمیر کے باشندے اپنے قائدین کا شدت سے انتظار فرما رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف بہ ہمراہ امیر الزماں صاحب تشریف لاتے ہیں۔ مولانا محمد یوسف بڑی متانت و وجاہت سے کرسی صدارت سنبھالتے ہیں۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد باقاعدہ پروگرام شروع ہوتا ہے۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب محمد اسماعیل فاروقی سر انجام دے رہے ہیں۔

جمعیتہ علماء آزاد جموں وکشمیر کے ناظم بڑی دردبھری آواز میں اہلِ کشمیر کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جب آزاد کشمیر کے تیس سالہ سابق حکمرانوں کی بات شروع کی، تو ان کی آواز میں جوش کے ساتھ غصہ کا عنصر بھی نمایاں تھا۔

انہوں نے فرمایا کہ ——

"ہم نے اپنے بچوں، بہو بیٹیوں کو اس لئے شہید کرایا تھا کہ یہاں پر، اسلامی نظام کا دور دورہ ہوگا۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ سابقہ حکمرانوں نے بھی روایتی حکمرانوں کا سا ثبوت فراہم کیا اور جب آزاد کشمیر میں اسمبلیوں کا اجرأ ہوا تو علماء آزاد کشمیر کو اس میں نمائندگی نہ دی گئی۔ لیکن علماء نے ہار نہ مانی۔ اور اپنا مشن جاری رکھا۔ آزاد کشمیر کے حکمرانوں کی مخاصمت سے برصغیر کی ظالم و جابر رسوائے زمانہ پیپلز پارٹی کی حکومت نے الیکشن میں دھاندلی کے ذریعہ آزاد کشمیر میں اپنے ناپاک قدم گاڑ دیئے۔ اور پھر اہلِ آزاد کشمیر نے دو سال میں اپنی زندگی کے بدترین دن دیکھے۔ بالآخر پاکستانی عوام کی کوششوں سے مکار حکمران اپنی نام نہاد مضبوط کرسی نہ بچا سکا۔ اور پاکستان کے ساتھ ساتھ اب آزاد کشمیر میں بھی اکتوبر میں انتخابات ہو رہے ہیں۔ جس میں ہماری جماعت نے بھی بھرپور حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

اس کے بعد کشمیر کے بے باک اور نڈر رہنما امیر الزماں ناظم اعلیٰ جمعیتہ علماء آزاد جموں وکشمیر سٹیج پر تقریر کے لئے تشریف لائے۔ سامعین پر مکمل خاموشی طاری تھی انہوں نے سلام مسنون کے بعد سوالیہ انداز سے تقریر کا آغاز کیا کہ، ——

"لوگوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جمعیتہ علماء آزاد جموں وکشمیر نے اچانک الیکشن میں حصہ لینے کا فیصلہ کیسے کیا؟ اور اس سے پہلے جمعیتہ کہاں تھی؟"

انہوں نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ،

"جمعیتہ کا سب سے پہلا مقصد کشمیر میں مکمل اسلامی نظام نافذ کرنا ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تک اسلامی نظام کی طرف کوششیں تو کجا اسلامی تعزیرات تک نافذ نہ ہو سکیں۔"

"ہمارا دوسرا مقصد سارے کشمیر کی آزادی ہے کہ بھٹو حکومت نے تو خفیہ معاہدوں سے کشمیر کے مسئلہ کو مکمل طور پر کھٹائی میں ڈال دیا۔ جمعیتہ علماء آزاد جموں وکشمیر، مکمل کشمیر کی آزادی کے لئے از سرِ نو کمربستہ

ہو چکی ہے۔ اس وجہ سے بھی الیکشن میں حصّہ لینا ضروری ہے۔

تیسرا مقصد کشمیریوں کے حقوق کا تحفظ۔ آزاد کشمیر کی سرحدوں کی حفاظت ہے۔ لیکن سابقہ حکومتیں تو ۱۹۴۷ء والی آزاد کشمیر کی سرحدوں کو بھی محفوظ نہ رکھ سکیں۔ کارگل پہاڑیوں کی چوٹیاں انڈیا کے قبضے میں چلی گئیں ہمارا الیکشن میں حصّہ لینا ان نیک مقاصد کے تکمیل کی وجہ سے بھی ہے!"

اس کے بعد

مولانا اختر کاشمیری کو سپاسنامہ پڑھنے کی دعوت دی گئی۔

کاشمیری صاحب نے خطبہ سے پہلے کشمیری عوام کی ترجمانی کے بھی فرائض سرانجام دیئے۔ انہوں نے فرمایا:

"ہم کشمیریوں کا شروع سے یہ مطالبہ رہا ہے کہ آزاد کشمیر میں، پاکستان کی سیاسی جماعتوں کو مداخلت کی قطعاً اجازت نہ ہو۔ کیونکہ اس سے ہمارا موقف بین الاقوامی سطح پر بالکل کمزور پڑ جاتا ہے۔ لیکن پیپلز پارٹی نے طاقت کے ذریعہ حکومت پر قبضہ کیا۔ اور اپنے مختصر دورِ حکومت میں وہ وہ گل کھلائے کہ عقل دنگ رہ گئی۔ کشمیر میں اسلام کا رہا سہا بیڑا غرق کر دیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے جلد ہی اس دھاندلی کی پیداوار حکومت سے ہماری جان، چھڑوا دی۔

اب آئندہ اکتوبر کے الیکشن میں جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر انتخابی پارٹی ہو گی۔ لیکن ہم پیپلز پارٹی کے ناپاک قدم، غنڈہ گردی سے چھٹکارہ کے لئے یہاں جمنے نہیں دیں گے۔

بحیثیت ایک پارٹی کے مسلم کانفرنس سے بھی اتحاد ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد مولانا اختر کاشمیری نے مولانا عبدالرشید کے افطار پارٹی میں شامل نہ ہو سکنے کی وجہ سے خود سپا

سپاسنامہ

بتاریخ ۱۸ اگست ۱۹۷۷ء
بوقت چھ بجے شام
بمقام الفاروق ہوٹل،
رنگ محل، لاہور۔

بگرامی خدمت قائد محترم

حضرت مولانا محمد یوسف خان، مدظلہ العالی و دیگر قائدین جمعیۃ علماء آزاد جموں و کشمیر!

مزاج گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم اراکین جمعیۃ علماء آزاد جموں و کشمیر حلقہ لاہور آپ بزرگوں کی لاہور تشریف آوری پر آپ کے بے حد شکر گزار ہیں۔ اور اس امر پر خداوند ذوالجلال کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں آپ جیسے عظیم راہنماؤں کی قیادت میں دین و وطن کی خدمت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

قائدین محترم!

جموں و کشمیر کے علماء کرام نے آزادیٔ کشمیر کی جدوجہد اور آزاد ریاست جموں و کشمیر کے علماء نے قوانین کے نفاذ اور دینی روایات کی پاسداری کے لئے، جو جراًتمندانہ کردار ادا کیا ہے۔ وہ تاریخ کا ایک روشن باب اور لازوال حصّہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس بات کی ضرورت بڑی شدت کے ساتھ محسوس کی جاتی رہی ہے کہ علماء کشمیر کا عملی سیاست میں حصّہ لینا ضروری ہے۔ تاکہ آزاد کشمیر کی یہ موثر ترین قوت سیاسی استحصال کا شکار ہونے کی بجائے خود آگے بڑھ کر کشمیری عوام کو آزادیٔ کشمیر اور اسلامی نظام کے نفاذ کے اہم مقاصد میں قابلِ اعتماد اور جراًتمندانہ قیادت مہیا کر سکے۔

راہ نمایانِ کرام!

آزاد ریاست جموں و کشمیر کے قیام کے بعد سے اب تک علماء کشمیر کی حمایت و تعاون سے اقتدار کی

جمعیت علماء آزاد جموں کشمیر نے آزاد کشمیر کے اکتوبر کے انتخابات میں حصّہ لینے کا اعلان کر دیا

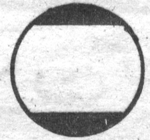
کرسی تک پہنچنے والوں نے علماء کرام کے ساتھ کئے گئے اصولی مواعید کو جس طرح پس پشت ڈالا ہے وہ ایک افسوسناک اور عام لوگوں کے لئے ناقابل یقین حقیقت ہے۔ بالخصوص پیپلز پارٹی کی حکومت نے آزاد کشمیر کی سیاست میں بدعنوانی، سازش، دھاندلی اور مکروفریب کی جن روایات کا آغاز کیا ہے۔ وہ ابھی تک آزاد کشمیر کی سیاسی فضا کو آلودہ کئے ہوئے ہیں ان حالات میں جمعیۃ علماء آزاد کشمیر کا عملی سیاسیات میں حصہ لینے کا فیصلہ ایک خوشگوار اور ناگزیر اقدام ہے جس کا ہر طبقہ کی طرف سے بجا طور پر خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ اور ہم بھی اس تاریخ ساز فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم کرتے ہوئے آپ کو مکمل تعاون اور وفاداری کا یقین دلاتے ہیں۔

قائدین محترم!

اس موقع پر ہم آپ کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی طرح آزاد کشمیر میں بھی اسلام، آزادیٔ کشمیر اور جمہوریت پر یقین رکھنے والی جماعتوں کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اور ہمیں یقین ہے کہ آپ اس ضرورت کا پوری طرح احساس کرتے ہوئے اس کی تکمیل کی طرف مناسب پیش رفت فرمائیں گے!

آپ کے خدام!

(مولانا) عبدالرشید امیر و دیگر اراکین جمعیۃ علماء آزاد جموں و کشمیر، حلقہ لاہور



خطبہ استقبالیہ کے بعد

آج کی اس تقریب کے مہمان خصوصی سابق ایم ... ے آزاد کشمیر حضرت مولانا محمد یوسف خان مدظلہ العالی امیر جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔

تمام کشمیری سامعین پر سکوت طاری تھا اور پوری توجہ سے اپنے ہر دلعزیز قائد کی طرف متوجہ تھے۔

سلام و مسنون کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب نے فرمایا، کہ ___

"میں سب سے پہلے آپ دوستوں اور میزبانوں کا انتہائی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری آمد پر اس تقریب کا انتظام کیا۔ اور مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع فراہم کیا۔

اور میں خاص طور پر اپنے اخبار نویس بھائیوں کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہم فقیروں کی تقریب میں تشریف لائے۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ ہم جو پروگرام اور منشور لے کر اٹھے ہیں، اخبار نویس ہم سے اس سلسلہ میں بھرپور تعاون فرمائیں گے"۔

مولانا نے فرمایا:

"پاکستان کا حصول قلم اور سیاست کا مرہون منت ہے۔ قربانی اس سلسلہ میں بھی دی گئی۔ لیکن آزاد کشمیر کا علاقہ بندوق کی گولی سے حاصل ہوا۔ اس کے لئے بھاری تعداد میں جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑا۔

۱۹۴۷ء میں علماء نے اس جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ہمارا مقصد ... کشمیر کو آزاد کرانا تھا۔ اس سلسلہ میں بہت سے علماء شہید ... اور اکثر علماء زخمی ہوئے۔

یہ قربانی ایک پاک مقصد کے حصول کے لئے تھی۔ لیکن عوامی رائے کے خلاف جنگ بندی ہوئی۔ علماء اس کے خلاف تھے کیونکہ ان کا مقصد تو تمام کشمیر کو آزاد کرانا تھا۔ جنگ بندی کے بعد علماء نے حاصل شدہ، علاقہ پر ہی اسلامی نظام نافذ کرنے پر زور دیا۔ اس وقت کے کشمیری رہنماؤں غلام عباس وغیرہ نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا۔ اور ہمیں صرف مذہبی اور تدریسی شعبہ کی طرف توجہ دینے پر آمادہ کیا۔ یہ جمعیت علماء آزاد کشمیر و جموں کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ ہے۔ کہ تمام کشمیر میں آپ کو علماء کی ایک کھیپ نظر آتی ہے۔

محکمہ افتاء بھی ہمارے ہی زور دینے کی وجہ سے ہوا۔ شعبہ دینیات کے لئے بھی مستقل عملہ ہماری مساعی ہی کا نتیجہ ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ تمام مقاصد پس پشت ڈال دیئے گئے۔ آزاد کشمیر کے حکمران بھی حکومت کے حصول کے لئے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے لگے۔

پھر چند سال پہلے یہ دور بھی، ان آنکھوں نے دیکھا کہ پیپلز پارٹی کے گماشتوں نے کشمیر میں سوشلزم اور لادینی نظام کو عوام کے سر پر مسلط کرنے کی کوشش کی لیکن ___ اللہ تعالیٰ نے انہیں منہ کے بل گرا دیا۔

پاکستان میں دھاندلی کی پیداوار حکومت کے خلاف عوام نے ایک زوردار تحریک چلائی۔ پاکستان میں

باقی صفحہ ۲۴ پر

غریبوں کے نام نہاد "ہمدرد"

محمد زاہد بلند شہری

۵ جولائی سے قبل کہاں تھے؟

مساوات ۵ اگست کے شمارے میں "مہنگائی نے کمر توڑ کر رکھ دی" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ اس میں مضمون نگار نے جہاں مہنگائی کا رونا رویا ہے وہاں مہنگائی کے بڑھنے کا ذمہ دار مارشل لاء حکام کو ٹھہرایا ہے۔ اور یہ ثابت کرنے کی کوششیں کی ہیں کہ مہنگائی موجودہ ایک ماہ کے عرصہ میں بڑھی ہے۔

اخبار موصوف لکھتا ہے:

"مارشل لاء کے نفاذ کے بعد تاجران نے اشیاء صرف کی قیمتوں میں جس شرح سے اضافہ کیا ہے، یہ بات جہاں ملک میں غریب عوام کے لیے باعثِ پریشانی ہے وہاں مارشل لاء حکام کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔"

میں مضمون نگار محترم سلیم اختر صاحب کو شرطیہ چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ۵ جولائی سے قبل اور پانچ جولائی کے بعد کی قیمتوں کا موازنہ کر کے ۵ جولائی کے بعد قیمتوں میں اضافہ ثابت کریں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ۵ جولائی کے بعد کسی چیز کی قیمت میں اضافہ نہیں ہوا۔ بلکہ ۵ جولائی سے قبل تک جو قیمتیں تھیں وہی آج بھی ہیں۔ بھٹو صاحب کے دورِ حکومت میں ہر سال سرکاری طور پر بجٹ پورا کرنے کے لیے جہاں بلا جواز ٹیکس بھی عاید کیے تھے، وہاں قیمتوں میں بھی ۵۰ فی صد اضافہ بھی کیا جاتا تھا۔ آپ گھی کی قیمت کا اندازہ یہیں سے لگالیں کہ سقوطِ ڈھاکہ سے قبل تک گھی چار اور ساڑھے چار روپے فی سیر کے درمیان فروخت ہو رہا تھا اور ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تک گھی کی قیمت ۹ روپے فی سیر تھی اور جو بدستور یونہی ہے

یعنی گھی کی قیمت میں ۱۲۵٪ فی صد کا اضافہ جس طرح ہر سال گھی کی قیمت ۲۵ فی صد کے حساب سے بڑھی۔ آٹے کا بھاؤ سقوطِ ڈھاکہ سے قبل ۲۰ روپے من کھلی فروخت پر میسر تھا۔ آٹا بھی سفید اور خالص تھا۔ ۵ جولائی سے قبل اور اب آٹے کی قیمت کھلی فروخت میں ۴۵ سے ۵۰ روپے تک تھی اور ہے۔ ان پانچ سال کے درمیانی عرصہ میں آٹا ۵۵ اور ۶۰ روپے فی من تک بکا۔ اس طرح آٹے کی قیمت میں ۱۵۰ فی صد کا اضافہ ہوا اور سالانہ تیس فی صد کے حساب سے اضافہ ہوا۔ محترم مضمون نگار مجھے بتائیں کہ ۵ جولائی کے بعد زندگی کی اہم ضرورت، گھی اور آٹے میں کس فی صد سے اضافہ ہوا ہے؟

مہنگائی کا الزام لگا کر حقائق سے آنکھیں پھیری ہیں۔ اس طرح انہوں نے عقلی نابالغی کا ثبوت دیا ہے۔

مہنگائی [illegible] کرنے والے اپنے "اکابرین" کے اعمال بد کو بنظر غائر دیکھیں۔ اس کے بعد موجودہ حالات کو ہدفِ تنقید بنائیں۔

مارشل لاء نافذ ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا محض ۲ ماہ گذرے ہیں۔ صرف اتنے قلیل عرصہ میں تو موصوف کو مہنگائی کا ہوّا نظر آگیا اور غریبوں کی پستی کا احساس ہوا، مگر ۵ سال سے جو مہنگائی

ان پانچ سالوں میں جن دوسری اشیا میں جس شرح سے اضافہ ہوا ملاحظہ فرمائیے:

نام اشیاء	۱۹۷۰ – ۷۱	۱۹۷۶ – ۷۷	کل فی صد اضافہ	اوسط سالانہ اضافہ
مکمل سائیکل	۲۵۰ — ۰۰	۶۰۰ — ۰۰ روپے	۱۴۰ فی صد	۲۴ فی صد
اخبار	۲۵ .. —	۶۰ ... —	۱۴۰ ″	۲۸ ″
چینی فی سیر	۱ — ۵۰	۴ — ۰۰ ″	۱۶۶ ″	۳۳-۲/۱ ″
دودھ فی سیر	۷۵	۲/ — ۵۰ ″	۲۳۳ ″	۴۶ ″
تیل سرسوں فی سیر	۲ — ۵۰	۸ — ۰۰ ″	۲۲۰ ″	۴۴ ″
معمولی پاپلین فی گز	۲ — ۵۰	۱۲ — ۰۰ ″	۳۸۰ ″	۷۶ ″

مندرجہ بالا اعداد و شمار ان اشیاء خور و نی اور ان اشیاء کے ہیں جو ہر طبقہ کے آدمی کی زندگی کی اہم ضرورت ہیں آپ خود اندازہ لگائیں کہ بیشتر چیزوں کی قیمت میں ۲۸۰ فی صد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس کمر توڑ مہنگائی کا الزام دوسروں پر تھوپ کر چند بازاری میں ملوث اپنے ناپاک دامن کو عوامی غیظ و غضب سے بچانے کے لیے مہنگائی کا ذمہ دار مارشل لاء حکام کو ٹھہرا رہے ہیں۔ الزامات لگانے کے لیے ٹھوس دلائل ضروری ہوتے ہیں۔ موصوف مضمون نگار نے مارشل لاء حکام پر

ہو رہی ہے اور اب بھی وہ ہی ہے اس سے انہوں نے چشم پوشی کیوں اختیار کی؟

میں پوچھتا ہوں کہ وہ افراطِ زر، ایکسپورٹ میں کمی، روپے کی قیمت میں کمی، صنعتوں کو زوال پیداوار میں تباہ کن کمی، ریلوے کا نقصان، پہیہ کا زوال تربیلا ڈیم کی سرنگ کی ناقص مرمت، اور اس کا ٹوٹنا۔ بھارت سے ان اشیاء کی درآمد جو پاکستان میں وافر مقدار میں پیدا ہوتی ہیں اور عرب ملکوں سے کم قیمت پر تیل ملنے کے

باوجود عالمی قیمتوں پر عوام کو تیل فروخت کر کے ان تمام ملکی اور قومی نقصانات کا ذمہ دار کس کو ٹھہرایا جا رہا ہے؟ موصوف کو ...

یہ سب کچھ عوامی دور میں ہوا۔ عوام کے ان نام نہاد دردمندوں کو ۵ جولائی سے قبل عوام کا دکھ اور گرانی دکھائی نہیں دیتی تھی؟ کیا لاکھوں روپیہ کی خصوصی "خواب گاہ" بنوانے والے "وائٹ ہاؤس" میں ٹھہرنے والے بھوکے عوام کے حقیقی ہمدرد ہو سکتے ہیں؟ جو انتخابی جلسوں میں ۱۰۳ ڈگری والے ہائیٹ بخار کے باوجود عوام سے خطاب کرتے ہیں۔ مگر جب ادھر پاکستان ڈوب رہا تھا، ادھر یہ معمولی سے "نزلہ" میں مبتلا ہو گئے اور اٹلی کے دارالحکومت روم میں "تین (۳)" دن گزار دیئے جب ملک و قوم کی تباہی کا خیال نہیں آیا؟ جب ان کا ضمیر کہاں تھا۔ بے غیرتی اور وطن سے غداری کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ قوم کے سامنے آپ کس منہ سے بات کرتے ہیں؟ شرم دار ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرو ....

میں ایک بار پھر موصوف سے پوچھتا ہوں کیا یہ سب کچھ "عوامی دور" میں نہیں ہوا۔

عوام کے ان نام نہاد دردمندوں کو ۵ جولائی سے قبل عوام کا دکھ اور گرانی دکھائی نہیں دیتی تھی اب کہتے ہیں کہ "عوام پستے جا رہے ہیں۔"

ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ گرانی نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ روزمرہ کی ضروریات کا حصول تو دور کی بات دو وقت پیٹ پالنا مشکل ہو گیا ہے۔

۵ سال میں ملک کی معاشی حالت ٹی بی کے مریض کی طرح ہو گئی ہے اس کا اثر عوام پر براہ راست پڑا۔ مہنگائی کے اصل ذمہ دار بھٹو صاحب نہیں تو اور کون ہیں؟

ابھی تو بھٹو صاحب کو اقتدار چھوڑے ہوئے ۲ ماہ بھی نہیں ہوئے کہ شکست خوردہ اور بدعنوانیوں کی رسیا پیپلز پارٹی کو سہارا دے کر انتخابات میں دھکیلنے والے اپنے گناہوں کی صلیب دوسروں سے اٹھوانا چاہتے ہیں۔ اپنے احتساب سے بچنے کے لیے اپنے گناہوں کا دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں۔

جاسوس کی ڈائری — نشتر

بولو مت کرو

۱۔ کراچی سے واپسی پر مولانا کوثر نیازی سے ان کی خشخشی داڑھی والے دوست نے پوچھا "بھٹو صاحب کی طبیعت کیسی تھی؟" مولانا نے کہا "چھوڑ یار بولو مت کرو کوئی اور بات کرو"

(ع "مجھ سے غیروں کا حال مت پوچھو")

۲۔ چند ہی دنوں کی بات ہے مولانا نے ٹیلیفون ڈائرکٹری منگوائی اور اس میں سے قومی اتحاد کے لیڈروں کے ٹیلیفون نمبر نوٹ کئے

(ع "بھڑک اٹھا ہے شعلہ نہ جانے کیا ہو")

۳۔ بھٹو صاحب لاڑکانہ میں بہت سے ملنے والوں کے درمیان بیٹھے تھے تو نورے (ان کا خاص ملازم) کو بلا کر اس کے کان میں کچھ کہا تو وہ برہم ہو کر بولا صاحب جی خدا کے لیے ان بُرے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ اپنی عادتیں چھوڑنے کی کوشش کرو

(ع "چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی")

۴۔ مولانا حامد علی کو جب پتہ چلا کہ ملک مختار اعوان نے ان کے مقابلے میں کاغذات نامزدگی داخل کرائے ہیں تو وہ باغ باغ ہو گئے اور فوراً گھر ہی میں مصلیٰ بچھا کر نفل پڑھنے بیٹھ گئے اور بعد میں سوجی کا ڈبہ اٹھا کر باورچی خانے میں پہنچ گئے لیکن بدقسمتی سے حلوہ بنوانے میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ چینی ختم ہو چکی تھی

(ع "تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں")

۵۔ کافی عرصہ بعد نواب زادہ نصراللہ خان صاحب افطاری کے بعد بچوں کی فرمائش پر انہیں شعر سنا چکے تو بیگم صاحب نے کہا کہ "وہ آپ نے وہ شعر نہیں سنایا۔"

پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

تو نواب زادہ صاحب اس کے جواب میں صرف مسکرا دیئے۔

ہمدرد کے قلم سے

ملک محمد اختر عرف ”مسٹر شر“

”نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم“

لاہور کی ککے زئی برادری کے ”ہونہار بروا“ جناب ملک اختر صاحب المعروف بہ مسٹر شر، جو بھٹو گورنمنٹ میں وزیر قانون اور بقول ان کے وزیر منوق رہ چکے ہیں اور بقول سابق سپیکر کے وہ ان کی دردسری کا باعث بنے رہے، مارچ ۷۷ء کے گذشتہ عام انتخابات جو کہ ذوالفقار علی بھٹو کا عظیم یادگار کارنامہ تھے اور جس کی وجہ سے پاکستان کا بیرونی دنیا میں سر بعرق ندامت جھک گیا تھا، میں امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب، پاکستان قومی اتحاد کے ہر دلعزیز راہنما اور اسلامیان پاکستان کے روحانی و سیاسی پیشوا یعنی حضرت مولانا عبیداللہ انور کے مقابلہ میں لاہور حلقہ ۳ سے انتخابی معرکہ سر کیا تھا۔

انتخابی مہم کے دوران ملک اختر صاحب اپنے وزارتی زعم اور شاہ سے مصاحبتی کے سرخاب کی بنا پر اکڑی گردن سے پھرتے رہے مہم کے آخری دنوں میں جب انہوں نے یہ دیکھا کہ زندہ دلانِ لاہور ان کو لفٹ ہی نہیں کرا رہے اور مخلوق ہے کہ مرد مجاہد مرد قلندر عبیداللہ انور عبیداللہ انور کے نغمے الاپ رہی ہے تو جناب ”شر“ نے سامراجی ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کئے۔

اول تو فقط ما تقدم کے طور پر انہوں نے اپنے حلقے سے فلمی صنعت کے مشہور سرمایہ جناب چوہدری عید محمد جو اپنا سینما چلانے کے بعد پیپلز پارٹی سے علیحدہ ہو گئے، کو مبینہ طور پر دو لاکھ روپے میں صوبائی ٹکٹ دلایا اور اپنا تمام خرچہ انہی کے سر رکھا۔ مزید دولت خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔

مرکزی اور صوبائی وزراء کی فوج ظفر موج اپنے حلقۂ انتخاب میں درآمد کی، لیکن حال یہ رہا کہ ایک طرف وفاق سے صوبہ تک کے وزراء موجود ہیں جب کہ چند گز کے فاصلے پر قومی اتحاد کے مقامی راہنما ہیں لیکن خدا جانے لوگوں کے سروں میں کیا سودا سمایا ہوا تھا کہ ان کو وزراء کی صورتیں تک دیکھنا گوارا نہ تھیں اور وہ مقناطیس کی طرح اپنے قومی راہنماؤں کے جلسہ میں جوق در جوق کھنچے چلے جاتے۔

ملک اختر نے جب نوشتۂ دیوار کو اس انداز میں پڑھا تو ان پہ ہذیانی کیفیت سوار ہو گئی اور انہوں نے اول فول بکنا شروع کر دیا۔

یہاں تک کہ اندرون کشمیری بازار کی اس ”بالا بلند“ شخصیت نے جو آج کل شادمان کو ”آباد“ کئے ہوئے ہے، اس انداز سے بکنا شروع کیا کہ، عبیداللہ انور (لوگ جنہیں ولی ابن ولی کہتے اور سمجھتے ہیں اور زیارت کے لیے قطار اندر قطار آتے ہیں) پر بھی زبانِ طعن دراز شروع کی۔ اور شاہ کی خوشنودی کے لیے علماء کے خلاف دشنام طرازی، تضحیک اور تیسرے درجہ کی زبان کو شعار بنا لیا۔ اگرچہ دوسرے ”نہی اہل شہر نے اس روسیاہ کے طرۂ مصرعہ پر جوابی غزل سنا دی تھی۔ تاہم یہ اسی ادھیڑ بن میں لگا رہا کہ کس طرح بوریہ نشین میری مسند وزارت کو نہ الٹ سکے۔

جب تمام تر حربے ناکام ہو گئے تو عین انتخاب کے موقعہ پر شاہ عالم مارکیٹ اور کئی دوسرے حلقوں سے اس وزیر بے ضمیر نے سٹین گنوں کے سائے میں بیلٹ بکس اٹھا لئے اور اس طرح مطمئن ہونے کی انتہائی کوشش کی گئی۔

بالآخر تاریخ کی عظیم دھاندلی کے نتیجہ میں دوسرے وزراء کی طرح یہ ”خلد آدم“ وزیر بھی کامیاب قرار دے دیا گیا۔ شنید میں آیا ہے کہ یہ شخص کامیاب ہو کر اپنے دوستوں اور عزیزوں میں گلے میں ہار ڈال کر جاتا رہا اور کہتا رہا کہ ”مجھے مبارکباد دو میں کامیاب ہو گیا۔ ازاں بعد یہاں تک کہ چیئرمین نے مجھے وزیر بنا دیا ہے۔

لیکن خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے اور پھر جونکہ ولی اللّٰہی اور خانوادہ حسین احمد مدنیؒ سے متعلق ہو تو خدا تعالیٰ ان افراد کی توہین کا بدلہ دنیا ہی میں لیتا ہے، واقعات گواہ ہیں ملک اختر جو مولانا عبیداللہ انور کو عام آدمی سمجھتے ہوئے تضحیک کرنے کے بعد شاید یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ حالات کا دھارا ان کے چیئرمین کے ہاتھ ہے اور وہ اسی کو بدلنے کے آلۂ کار ہیں۔

لیکن چند دن بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ لوگوں نے یہاں تک کہا اور سنا کہ ملک اختر کے لیے ماہر امراضِ دماغ سے مشورہ کیا جا رہا ہے (اگر یہ سب غلط ہے تو ملک اختر کو چاہیئے کہ اس کی تردید کرے) اور پھر بھٹو نے سالن میں گری مکھی سمجھتے ہوئے وزارت کی پلیٹ سے باہر پھینک دیا اور اس دن کے بعد سے آج تک ہم ان کے نام اخبار میں پڑھنے کو ترس گئے۔ کافی جستجو کی مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ شاید وہ اس دوران سکتہ کے عالم میں ہوں کیونکہ مثل تو عورتوں کے لیے مشہور ہے کہ وہ خاموش نہیں رہ سکتی لیکن ہم اس کے برعکس دیکھا کہ اسمبلی اور اسمبلی سے باہر ملک اختر نام کی چیز خاموش رہنا شاید اپنی خلقت کے منافی سمجھتی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

الیکشن کمیشن نے پاکستان قومی اتحاد کو ہل کا انتخابی نشان الاٹ کر دیا، پیپلز پارٹی کا اعتراض مسترد کر دیا گیا

پولنگ کے انتظامات تسلی بخش طریقے سے کئے جا رہے ہیں۔ ڈپٹی کمشنروں نے اپنے اضلاع کے تمام حلقوں کے لیے پولنگ سکیمیں مرتب کر کے الیکشن کمیشن کو ارسال کرنا شروع کر دی ہیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات بیک وقت کرنے کے فیصلہ کے پیشِ نظر پولنگ اسٹیشن نئے سرے سے ترتیب دیئے جائیں گے۔ اور ہر سٹیشن پر ووٹروں کی اوسط تعداد کم ہو جائے گی۔

گذشتہ مارچ کے انتخابات میں کل سولہ ہزار پولنگ اسٹیشن تھے جب کہ اکتوبر کے انتخابات کے لیے ملک بھر میں انیس ہزار پولنگ اسٹیشن قائم کئے جا رہے ہیں۔ مستورات کے لیے علیحدہ پولنگ اسٹیشن نہیں ہوں گے۔ البتہ پولنگ اسٹیشنوں پر ان کے لیے علیحدہ بوتھ ہوں گے مارچ کے انتخابات میں مستورات کے لیے علیحدہ پولنگ اسٹیشن زبردست دھاندلی کا باعث بنے تھے۔

بیلٹ بکس

الیکشن کمیشن نے انتخابات میں دھاندلیوں کے امکانات ختم کرنے کے لیے پولنگ اسٹیشنوں پر بڑے سائز کے بکس رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس فیصلہ کی رو سے ہر پولنگ بوتھ پر ۱۵ انچ لمبائی ۱۲ انچ چوڑائی اور ۱۲ انچ گہرائی پر مشتمل بیلٹ بکس رکھا جائے گا بتایا گیا ہے کہ الیکشن کمیشن نے ۸۰ ہزار نئے بیلٹ بکس بنوانے کا آرڈر دیا ہے۔ جو ۱۹

الیکشن کمیشن نے ۸ اکتوبر کے انتخابات کے لیے مختلف سیاسی پارٹیوں کو انتخابی نشان الاٹ کئے ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد کو ہل کا نشان الاٹ کر دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں پیپلز پارٹی کے اعتراض کو مسترد کر دیا گیا ہے۔ کمیشن نے دونوں فریقوں کے نمایندوں کے دلائل سننے اور اتحاد کی درخواست منظور کرتے ہوئے اسے ہل کا نشان دے دیا۔

قومی اتحاد کی نمایندگی اس کے سیکرٹری جنرل پروفیسر غفور احمد۔ مسٹر ایم انور بار ایٹ لاء اور مسٹر مبشر پیش امام نے کی پیپلز پارٹی کی طرف سے ایس ایم مسعود۔ ڈاکٹر غلام حسین اور عبدالعزیز بھٹی پیش ہوئے۔ آزاد امیدوار انتخابی نشان کے لیے متعلقہ ریٹرننگ افسروں کو درخواستیں دے سکتے ہیں۔

پولنگ انتظامات

ستمبر تک کمیشن کو موصول ہو جائیں گے۔ نئی قسم کے بیلٹ بکسوں کی ابتدائی کھیپ الیکشن کمیشن کو موصول ہو گئی ہے۔

پنجاب کے لیے ساڑھے ۴۵ ہزار بیلٹ بکس مختص کئے گئے ہیں۔ الیکشن کمیشن کے ایک ترجمان نے بتایا کہ ہر پولنگ بوتھ میں ایک بکس رکھا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ بیلٹ بکس سربمہر کرنے سے قبل امیدواران یا ان کے پولنگ ایجنٹوں کو خالی بکس دکھائے جائیں گے۔ اور ہر بکس میں ۸۰۰ تک ووٹ ڈالے جائیں گے۔

کمیشن نے جن سیاسی پارٹیوں کو نشان الاٹ کئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱)	پاکستان قومی اتحاد	ہل
(۲)	اجتماع المومنین	لیمپ
(۳)	نیشنل لیگ	قلم دوات
(۴)	پختون خواہ نیپ	ہوائی جہاز
(۵)	عوامی جمہوری پارٹی	لالٹین
(۶)	لبرل پارٹی	ترازو
(۷)	وطن پارٹی	بائیسکل
(۸)	سوشلسٹ پارٹی	پہیہ
(۹)	مجلس احرار الاسلام	مشعل (منظم گروپ)
(۱۰)	پیپلز پارٹی	تلوار
(۱۱)	تنظیم سنت الاسلام	کرسی
(۱۲)	جماعت عالیہ مجاہدین	پگڑی
(۱۳)	عوامی تحریک	دھان کا گٹھا
(۱۴)	تحریک اسلامی	چابی
(۱۵)	خاکسار تحریک (بشر صدیقی گروپ)	بیلچہ
(۱۶)	نفاذ اسلام پارٹی	ریلوے انجن
(۱۷)	کرسچن ریپبلکن پارٹی	گلاب کا پھول
(۱۸)	قیوم گروپ	شیر
(۱۹)	ہزاروی گروپ	درخت

بہرحال ہم اسی شش و پنج میں تھے کہ سکوت ٹوٹا اور بالآخر ہم نے اخبار میں دیکھا کہ ملک اختر صاحب نے اپنی چہیتی (پیپلز پارٹی) کو طلاق دے دی ہے۔ اور اب وہ ایک بار پھر مولانا عبیداللہ انور کے مقابلے میں پیپلز پارٹی کے امیدوار موجودگی میں آزاد امیدوار کی حیثیت سے الیکشن لڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ حسب روایات سابقہ وہ بھی اب اپنی سابقہ پارٹی جو کہ کبھی ان کی ملجیٰ و ماویٰ تھی میں ہزار کیڑے نکال رہے ہیں اور نکالیں گے۔ ان کا اور پارٹی کا معاملہ جدا ہے اور اس پر بھی باقاعدہ ایک اچھا خاصا مضمون بن سکتا ہے لیکن ہمارا عرضِ مقصد اتنا ہے کہ ملک اختر کو اپنی کرتوتوں کا کیا انعام ملا؟

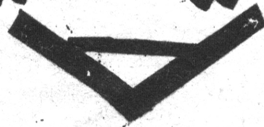
اگر وہ مناسب سمجھے تو تنہائی جو کہ آج کل اس کا مقدر بن گئی ہے میں بیٹھ کر سوچے کہ اس نے ایک اللہ کے نیک بندے کا مقابلہ کر کے اور اس کی توہین کرنے کے بعد خود کو "عزت و عظمت" کی کن بلندیوں پر پہنچا لیا ہے کہ اب وہاں سے گرا بھی تو منہ کے بل اور چہرہ بھی اس قدر متبدل ہے کہ بیچارے کی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔

ہم اس موقعہ پر ماسوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب بھی وقت ہے اور بہتر ہے کہ صدق دل کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگے اور مولانا عبیداللہ انور کے ہاتھ پر بیعت کر کے تلافی مافات کے لیے پیپلز پارٹی کی شکست کے لیے مولانا کی انتخابی مہم میں ابھی سے کوشش کرے کیا ملک صاحب اس پر غور فرمائیں گے

لاڑکانہ میں بھٹو جی کے طوطے اُڑ گئے

فاروق قریشی

پگارا آگیا میدان میں ہوش سنبھالو



پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو جو گذشتہ الیکشن کے موقعہ پہ تاریخ کے ریکارڈ توڑ دھاندلی کے بارے میں بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں، آج کل خاصے پریشان نظر آتے ہیں۔

حکومت سے برطرف ہوئے کے بعد امارتِ مری کے دور میں تو یہ خیال کیا تھا کہ الیکشن کا بائیکاٹ کریں گے۔ لیکن مردِ جری جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے جب اعلان کیا کہ کسی کے بائیکاٹ سے الیکشن کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور پھر کراچی میں پیپلز پارٹی کی سنٹرل کمیٹی میں جب الیکشن کے مسئلہ پر سر پھٹول ہونے لگی یہاں تک خود ان کی اہلیہ جو کبھی اچھے دنوں میں خاتونِ اول ہوا کرتی تھیں بھی اس خیال سے متفق نہ ہو سکیں تو چار و ناچار الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ جناب بھٹو اگر انسان نہ ہوتے تو لومڑی ہوتے لہٰذا چالاک ہیں اس لیے جب "خوشگوار مستقبل" کو قریب تر آتے دیکھا تو یہ پروگرام بنایا کہ ملک میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کر کے مارشل لاء حکومت کے لیے مشکلات پیدا کی جائیں اور پھر حالات و واقعات کی آڑ میں خود کو انتخابات کے وار سے بحفاظت کمال بچا لیا جائے کیونکہ اسی میں ان کی اپنی خیریت اور عزت تھی اور پارٹی کی عافیت اور لاج بھی۔

لیکن بزرگوں سے سنا ہے کہ انسان کی تدبیروں سے بڑھ کر اس کے خالق کی تدابیر ہوتی ہیں سو غلط ہو گیا اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اعلان و اقدام سے آئیندہ کے منصوبے بھی خاک میں مل گئے۔ کراچی میں عظیم ہنگامے کا منصوبہ قبل از وقت آؤٹ ہونے کی بنا پہ سابقہ صوبائی وزراء کو حراست میں لینے سے دھرے کا دھرا رہ گیا۔

بھٹو صاحب کے پاس اپنی اور پارٹی کی عزت بچانے کے لیے آخری تدبیر یہی تھی کہ جیسے بھی ہو الیکشن کے دنگل میں کودا جائے۔

قارئین! آپ کو یاد ہو گا کہ سابقہ دھاندلی ساز الیکشن میں جناب بھٹو نے صرف اپنے آبائی شہر لاڑکانہ سے کاغذات جمع کرائے تھے جب کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں وہ پانچ مقامات سے الیکشن لڑے تھے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ شاید حضور کسرِ نفسی سے کام لے رہے ہیں، لیکن سمجھنے والے سمجھتے تھے اور کہنے والوں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ مسٹر بھٹو کا صرف ایک جگہ سے کاغذات جمع کرانا ضرور کچھ نہ کچھ اپنے اندر لیے ہوئے ہے اور پھر حقیقت جلد ہی واضح ہو گئی کہ صرف ایک جگہ سے الیکشن لڑنے کا اعلان کن وجوہات کی بنا پہ کیا گیا تھا؟

اس خیال اور دعوے کی تصدیق موجودہ الیکشن میں بھی ہو گئی ہے۔ جب کہ اب تک مسٹر بھٹو چار جگہ سے کاغذات جمع کرا چکے ہیں۔

لاڑکانے کے متعلق بھٹو صاحب کو یہ گمان تھا کہ جس طرح ڈیرہ اسماعیل خان سے مفتی محمود کو کوئی نہیں ہرا سکتا اس طرح لاڑکانہ سے بھی انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔

لیکن اس بار سندھ کے عظیم روحانی فرزند سید مردان علی شاہ گدی نشین پیر صاحب پگارا شریف نے اعلان کیا کہ وہ لاڑکانہ سے بھٹو کا مقابلہ کریں گے۔

اعلان کیا تھا بھٹو صاحب کے ہیروشیما پر ایٹم بم تھا۔ خبر پڑھتے ہی اپنی جو کڑی بھول گئے۔ ادھر سیاسی حلقوں میں اس اعلان کا زبردست خیر مقدم کیا گیا اور خصوصاً لاڑکانہ کی با اثر شخصیات نے پیر صاحب صاحب پگارا کی حمایت کا غیر مشروط اعلان کر دیا۔ عوامی حلقے بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ایک طرف انگریز کا ازلی کاسہ لیس اور غلام ابن غلام ہے جب کہ دوسری طرف فرنگی سامراج کا ازلی دشمن اور مردِ حریت ہے تو ظاہر بات ہے ان کا فیصلہ بھی دوسری سمت ہی گا۔

بھٹو صاحب پہلے تو پیر صاحب کے اعلان سے سکتے میں آئے اور پھر خیال کیا کہ شاید انہیں خوفزدہ کرنے کی کوشش بے حقیقت نہیں لہٰذا پیر صاحب کی گدی اور پگڑی کا واسطہ دے کر بالواسطہ خوشامد کی کہ ان کے آباؤ اجداد کا طریق کار نہیں تھا لیکن پیر صاحب بذلہ سنج اور حاضر جوابی میں اپنا جواب نہیں رکھتے فوراً دو ٹوک جواب دے کر بھٹو صاحب کی غلط فہمی اور خوش فہمی دور کر دی۔

بھٹو صاحب نے اپنی فطرت کے مطابق ایک اور چال چلی وہ یہ کہ لاہور سے اعلان کیا کہ پیر صاحب کا مقابلہ ان کی اہلیہ بیگم نصرت بھٹو کریں گی گویا کہ وہ پیر صاحب کو اشتعال اور جذبات میں لانا چاہتے تھے کہ پیر صاحب عورت کے مقابلہ کو اپنی توہین سمجھ کر لاڑکانہ سے الیکشن لڑنے کا فیصلہ ترک

کردیں لیکن اور اسی حکمت کے پیش نظر انہوں نے اپنے متعلق آخری وقت تک یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ خود کہاں کہاں سے الیکشن لڑیں گے صرف گیدڑ بھبکیاں کہ میں لیاری (کراچی) سے الیکشن لڑ سکتا ہوں اور پھر یہ اعلان کر دیا گیا کہ بھٹو صاحب لاہور حلقہ ۳ سے الیکشن لڑیں گے (یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ۷ مارچ کے سابقہ الیکشن میں قومی اتحاد نے جو نتائج کی رپورٹ شائع کی تھی اس کے مطابق لاہور کی آٹھ نشستوں میں پیپلز پارٹی نے صرف یہی ایک نشست جیتی تھی جب کہ دوسری میاں صلاح الدین کی لیکن وہ پارٹی چھوڑ چکے ہیں لیکن بھٹو صاحب شاید یہ نہیں جانتے تھے کہ پیر صاحب کا تعلق کس قافلہ سے ہے، جنہوں نے انگریز کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیا وہ ان کے غلاموں کی چالوں میں کیسے آسکتے ہیں۔

پیر صاحب نے مقابلہ سے دستبردار ہونا تھا اور نہ ہی ہوئے لہٰذا جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو مجبوراً بھٹو صاحب نے لاڑکانہ سے اپنے کاغذات جمع کرائے لیکن یہ انتخابات بھٹو حکومت میں نہیں فوجی حکومت میں ہوں گے لہٰذا جیتنے کے امکان معدوم ہیں اس لیے ٹھٹھہ، نواب شاہ، لاہور سے بھی کاغذات جمع کرائے گئے تاکہ اگر لاڑکانے سے دانت کٹھے ہوں تو کم از کم ٹھٹھہ سے تو ذائقہ بدل ہی جائے گا۔ ویسے وہ لاہور سے بھی ناامید نہیں

بیگم بھٹو کو بھی عجیب طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔ پہلے کراچی حلقہ نمبر ۱۱ میں مولانا ذکریا کے مقابلہ میں عبدالحفیظ پیرزادہ کی جگہ ان کا نام لیا جا رہا تھا اور پیرزادہ کے متعلق یہ کہا جا رہا تھا کہ وہ کوٹڑی اور سکھر سے الیکشن لڑیں گے بعد ازاں ان کا نام لاڑکانہ سے لیا گیا اور بالآخر کہیں بھی نہیں (لاڑکانہ سے محض نمائشی یا متبادل امیدوار کی حیثیت سے کاغذات جمع کرائے گئے۔)

اب لاڑکانے کی نسبت بھٹو صاحب کے لیے تر نوالہ نہیں رہی بلکہ لوہے کے چنے ہو گئے جنہیں وہ چبانے کی کوشش کریں گے لیکن سوال یہ ہے کہ انگریز کے صوبائی وزیر اعلیٰ کے فرزند جو منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے اور جن کے دانت کے لیے کھانے سے بھی گھسے جاتے ہوں وہ لوہے کے چنے کس طرح چبا سکیں گے اور اگر چبائیں گے تو نتیجہ ظاہر ہے کہ دانتوں سے محروم ہونا پڑیگا خواہ وہ کھانے کے ہوں یا دکھانے کے بلکہ دکھانے کے تو ٹوٹ ہی گئے رہ گئے کھانے کے تو وہ بھی ان شاء اللہ ۱۸ ستمبر کو باہر ہوں گے۔

افتخار قیصر لاہور

اے لیٹر ٹو بھٹو فرام جہنم

آداب عرض!

آپ کا خط ملا حالات سے آگاہی ہوئی لیکن یار اس دفعہ تو غضب کر دیا خط کے باہر اپنا نام رکھ دیا کوئی پڑھ لیتا تو لوگ آپ کی طرح مجھ پر بھی اعتبار کرنا چھوڑ دیتے۔ خیر اس دفعہ تو بال بال بچا لیکن آئندہ ہماری عزت کا خیال کرتے ہوئے احتیاط سے کام لینا۔

آپ نے دوستی بڑھانے کے متعلق لکھا ہے جسے پڑھ کر خوشی ہوئی لیکن آنسو بھی نکل آئے اس لیے کہ جلد ہی آپ کی گہری دوستیوں کے قصے یاد کر کے اپنا انجام یاد آ گیا۔

ایوب خان سے آپ کی دوستی گہری ہوئی	———	وہ بیچارہ مارا گیا
امریکہ سے آپ کی دوستی نے طول پکڑا	———	تو اسے الزامات کا طوفان برداشت کرنا پڑا
سوشلزم کے ساتھ دوستی کی قسمیں کھائیں	———	سوشلسٹ مارے گئے۔
جمہوریت کے ساتھ محبت ہوئی	———	وہ بیچاری اب تک بال بکھرائے رو رہی ہے۔
عوام کے ساتھ دوستی بڑھی	———	انہیں خون کی ندیاں دینا پڑیں۔
مزدوروں اور مزارعوں کے ساتھ تو رشتہ جوڑ لیا	———	اب وہ کسی کے ساتھ دل ملاتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں
اداکار محمد علی سے دوستی ہوئی	———	اس بیچارے کا تو بھٹہ ہی بیٹھ گیا۔

مندرجہ بالا حقائق کو مدنظر رکھ کے سوچ رہا ہوں کہ کونسا ایسا جرم کر بیٹھا ہوں جس کے بدلے آپ کی گہری دوستی کا عظیم ظلم مجھے برداشت کرنا پڑے گا خدا ایسے برے وقت سے بچائے۔ دور دور کی دوستی ہی ٹھیک ہے۔

سنا ہے آپ دوزخ میں تشریف لائے تھے افسوس مجھے پتہ نہ چل سکا کیونکہ میں میڈیکل کی چھٹیوں پر تھا یہ بھی سنا ہے کہ جتنے دن آپ یہاں پاکستانیوں کے کنوئیں میں مقیم رہے اتنے دن ہی پاکستانی کنوئیں کے نگران جسے صرف اس کام کے لیے رکھا گیا ہے کہ جو بھی باہر نکلنے کی کوشش کرے وہ اسے مار کر اندر دھکیل دے وہ چھٹیوں پر رہا اس لیے کہ جو بھی پاکستانی باہر نکلنے کی کوشش کرتا تھا آپ اس کی ٹانگ کھینچ کر اسے نیچے گرا لیتے تھے۔ داس نگران کی طرف سے تشکرہ قبول فرمائیے۔

تاج محمد لنگا واقعی بہت برا آدمی ہے آپ کے راز افشا کر رہا ہے۔ اور اس نے یہ بتا کر بہت بڑی دشمنی مول لی ہے کہ آپ امریکی سی، آئی، اے اور سابق صدر نکسن کے ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ اور صدر کارٹر نے آپ کی اس پوزیشن کو قبول نہیں کیا۔ —— اور یہ پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی۔ کہ آپ نے اس کے بدلے میں کارٹر کو سفید ہاتھی بنانے کی پوری کوشش کی۔

سنا ہے مولانا کوثر نیازی بھی گڑبڑ پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اسے بھی ایک دفعہ دلائی کیمپ بھیج دیا جائے۔

جے، اے، رحیم تو واقعی اچھا آدمی تھا لیکن اسے بھی جانے کیا ہو گیا ہے۔ عظیم عوام دوست جمہوریت پسند لیڈر ہٹلر اور مسولینی کے معاملے کے متعلق آپ پر اعتراض کر دیا پیپلز پارٹی کے فنڈز کو ناجائز دولت قرار دیا جو واقعی ناجائز ہے۔ اور سرکاری ٹرانسپورٹ اور طیارے گذشتہ آزادانہ اور منصفانہ انتخابات میں استعمال کرنے پر بھی اعتراض کر دیا جیسے اس کے باپ کے ہوں لیکن اب ہم تو خالی ہاتھ ہیں اور اس وقت کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ہمیشہ گھر کا بھیدی ہی لنکا ڈھاتا ہے۔

اصغر خان کو حمود الرحمٰن کمیشن سے ریکارڈ گم کرانے کا علم کس طرح ہو گیا؟ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے سنہری کارنامہ مشرقی پاکستان کے متعلق بھی بہت کچھ جانتا ہے شاید اسی لیے اس نے بے چین ہو کر انتخابی مہم کے سلسلے میں جلسے جلوسوں پر سے پابندی کا فوری طور پر اٹھانے کا مطالبہ حکام سے مطالبہ کیا تھا۔ اس نے یہ بھی تو پوچھا ہے کہ پاک فضائیہ کے طیارے خریدنے کی ایجنسی

باقی صفحہ ۱۹ پر

کس کے پاس تھی اور مطالبہ کیا ہے کہ انتخابات سے پہلے آپ کے خلاف تحقیقات کے نتائج سے عوام کو آگاہ کیا جائے اگر ان کا مطالبہ پورا کرتے ہوئے یہ اقدام کر لیا گیا تو پھر کیا ہو گا۔

پروفیسر غفور احمد مزدوروں کو کارخانوں کی ملکیت سے حصہ دار بنانے کا م غریبوں اور مزدوروں کی زندگی بدلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اصغر خان بھی غربت اور بے روزگاری کو ختم کرنے کے ٹھوس اقدامات اور مزدوروں کو تحفظ دینے کا کئی بار اظہار کر چکے ہیں ـــــ یار اگر یہ سب کچھ واقعی ہو گیا تو اپنی لیڈری کہاں جائے گی کس سے کیا کرو گے قیامت تک نہ وفا ہونے والے وعدے۔

نواب زادہ نصر اللہ خان نعرہ لگا رہے ہیں کہ ”پاکستان قومی اتحاد برسر اقتدار آ کر برابری کی بنیاد پر تمام ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کرے گا اور مسئلہ کشمیر حل کرنے کے بعد بھارت سے خوشگوار تعلقات قائم کرے گا“ ـــــ آپ بھی تو مسئلہ کشمیر والی پرانی پٹاری سے نکالیں کوئی اژدھا، آپ بھی کیا کریں گے سنا ہے وہ سب اژدھے پٹاریوں میں مسلسل بند رہنے کی وجہ سے مر چکے ہیں۔

ڈاکٹر نذیر احمد کے قتل کی بھی تو از سر نو تحقیقات شروع کر دی گئی ہیں اور یحییٰ خاں کو بھی تو عنقریب عدالت میں پیش کر دیا جائے گا اور خواجہ خیر الدین نے بھی تو بتایا ہے کہ ”مجیب پاکستان کو متحد کرنے کے حق میں تھے اور بھٹو اس کے خلاف تھے اور مجھے متحدہ پاکستان کی تحریک تحریک شروع کرنے پر ملک بدر کیا گیا تھا“ ـــــ چھوڑو نا ایک دو شگوفے یا پھر وہی اعوا والا عوامی جمہوری سلسلہ شروع کرو اگر ایسا نہ ہو سکا تو یقیناً دن کے وقت تارے دکھائی دینے لگیں گے۔

ملتان میں آپ کی آمد کے موقع پر قومی اتحاد کے کارکنوں نے کالی جھنڈیاں بھی تو تیار کر رکھی تھیں مگر ملتان قومی اتحاد کے صدر شیخ محمد صدیق، جنرل سیکرٹری عقیل صدیقی اور مولانا حامد علی خاں کے بار بار منع کرنے پر جھنڈیوں کو استعمال میں نہیں لایا گیا ـــــ اسی لیے تو لکھتے ہیں کہ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن ہزار درجہ بہتر ہے اور آپ نے عقلمند دشمن کا صلہ لوٹاتے ہوئے لاہور میں اسی دشمن کی پگڑی تار تار کروا دی اور ملتان ہی میں پیر پگاڑہ کو پگ والا پیر کا خطاب دیا اور پگ گرانے کی دھمکی بھی انتہائی شریفانہ ثابت ہوئی، واقعی شریفانہ باتیں کرنے میں آپ کی مثال نہیں ملتی یہ اعلیٰ جملے کسی معمولی آدمی کے بس کا روگ تو نہیں ظہور الٰہی کو ظہوری، اصغر خان کو آلو، افتخار تاری کو ملکہ وکٹوریہ کا پوتا اور غفار خان کو پاؤنڈ والا کہہ کر اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے داڑھیوں کے لطیفے بھی خوب رہے لیکن مفتی محمود کو دو جگہ سے پکڑنے کی بات پسند نہیں آئی کیونکہ آپ کا انہیں صرف اسی ایک جگہ سے پکڑ لینا کافی رہے گا جس جگہ کا نام آپ عورتوں کی موجودگی میں نہیں لے سکے۔

باقی مندرجہ بالا باتوں نے بھی بہت مزے دیے بالکل اسی دن کی طرح جس دن آپ نے اقتدار کے دوران لاہور میں ایک بڑے تاریخی جلسۂ عام سے تقریر کرتے ہوئے ایک فلمی گانے کے بول سنائے تھے اور اس وقت کی بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی کی بہن کی گالی دی تھی اور بعد میں معذرت کر لی ـــــ معذرت اور تردید کرنے کے فن میں تو آپ کو کمال عبور حاصل ہے اس فن کے تو آپ چمپئن ہیں۔ اور آپ خود ہی تو فرمایا کرتے ہیں کہ ”سیاست میں ایک ہی بات پر ڈٹے رہنا سب سے بڑی حماقت ہے“ اسی لیے تو آپ نے مری سے رہائی پانے میں لاڑکانہ پہنچ کر کہا تھا کہ ”جو بھی سندھی مجھے ووٹ نہیں دے گا سندھی کی اولاد نہیں“ صوبائی عصبیت کو زبردست ہوا دینے کے علاوہ پیر پگارہ اس کے مریدین حلقہ اثر اور تالپور کے پورے خاندان کو حرامزادہ قرار دے دیا اور جب نشہ اترا تو فوراً تردید کر دی واہ میرے یار اس سے بڑی ماہرانہ نشانیاں تاریخ سیاست میں اور مل بھی کیا سکتی ہیں۔

کبھی کبھار گھریلو حالات بھی لکھ دیا کرو مجھے تو صرف یہ معلوم ہوا ہے کہ پانچ سالہ دور حکومت میں لاڑکانہ اور کراچی کلفٹن روڈ کی اقامت گاہوں میں جدید ایئر کنڈیشننگ پلانٹ نصب ہوئے ہیں جن پر صرف تیرہ لاکھ روپیہ خرچ آیا ہے اور صرف بیس لاکھ روپے کی تجدید و مرمت کرائی گئی ہے۔

غسل خانوں کو بھی تو از سر نو تعمیر کروایا گیا ہے نا اور بہت سے بیس بیس ہزار روپے کے نئے فانوس بھی تو رہائش گاہ میں چمک دمک رہے ہیں باغات میں جدید روشنیاں، کھانے کی میزیں کرسیاں، پردے، کراکری، مے نوشی کے گلاس اور قالینیں بھی تو اٹلی سے درآمد کیے گئے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ جب دینے پر آتا ہے تو چھت پھاڑ کے ہی دیتا ہے لیکن کچھ لوگ خود چھت پھاڑ کے لے جاتے ہیں ـــــ اور اگر آپ نے بھی قومی خزانے کی چھت پھاڑ کر یہ سب چیزیں حاصل کر لی ہیں تو ملک دشمن عناصر آپ کی عوامی، قومی اور ملک توڑ خدمات کو نظر انداز کر کے انگلیاں اٹھا رہے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ آپ کی شریعت پر عمل کرتے ہوئے یہ سب کچھ قومی ملکیت میں نہ لے لیا جائے۔

ڈھولن یار مجھے کسی دن دعوت دو نا کہ آپکی آرام گاہوں کی جدید آرائشوں کا سماں ہم بھی تو دیکھیں لیکن یہ دعوت پارٹی ٹکٹ دینے کی نیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہرگز نہ دینا کیونکہ آج کل میں پارٹی ٹکٹ سے زیادہ سینما ٹکٹ کو اہمیت دے رہا ہوں چونکہ میری طبیعت کچھ خراب ہے

میرے یار آپ بہت بڑے عوامی خدمتگار ہیں آپ کی خدمات کو کبھی نظر انداز یا فراموش نہیں کیا جائے گا۔ آپ نے اپنے سبھی وعدے پورے کر دکھائے ہیں یعنی آپ نے مزدوروں سے خدمات کا وعدہ کیا تھا اور دن رات ان کی خدمت میں مصروف رہے اور بہت کو کام کرنے کی زحمت سے چھٹکارا ہو گیا اور انہیں مسلسل آرام کرنے کے لیے گھر بھیج دیا۔ جن کا زیادہ حق بنتا انہیں گھروں کی بجائے سرکاری مہمان بنائے رکھا۔ طالبعلموں نے آپ کا بہت زیادہ ساتھ دیا تھا اور آپ ان کے بہت زیادہ ہمدرد ہیں اسی لیے طالبعلموں کو ان ہی کے ساتھیوں سے زندہ بلیو پرنٹ دکھا کر ان کی خوب خدمت کی ـــــ

بہت سے اخبارات کو سرکاری اشتہارات چھاپنے کی تکلیف سے چھٹکارا دلایا ہزاروں خبروں کو چھاپنے کی زحمت سے بھی بچائے رکھا رسالوں کے ڈیکلریشن منسوخ کر کے صحافت کی خوب خدمت کی اور جمہوریت کی خدمت کی لگن میں خواجہ خیر الدین، بیوہ نواب احمد خاں، چوہدری ارشاد، افتخار تاری، جے اے رحیم اور ظہور الٰہی کی تو وہ خدمت کی ہے کہ چوہدری صاحب تو خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایک آخری اعتراف کہنے سے رک گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو چھلک کر رہ گئے مگر غوطہ زن ان کے آنسوؤں کی تہہ تک پہنچ گئے جے، اے رحیم کے متعلق آپ کی تاریخی خدمات کے نشانات اور کھنڈرات تو ابھی تک موجود ہیں اور رحیم صاحب کے سامنے ان کے بیٹے سے غیر فطری سلوک کی تاریخ ساز خدمت کے خوشگوار اور خوش کن اثرات اس انتخاب پر بھی خوب اثر انداز ہو رہے ہوں گے اور انہیں خدمات کی بدولت آپ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی فرماتے جائیں گے اور کامیابی آپ کے قدم چومے گی بھی نہیں بلکہ دم ہلا ہلا کر چاٹے گی۔ اسی امید پہ تو آپ آج کل انتخابات کے سلسلے میں مصروف ہیں لاہور حلقہ ۳ سے آپ کے مقابلے میں قومی اتحاد کے لیڈروں کا تانتا بندھا ہوا ہے جن میں چوہدری ظہور الٰہی اور حنیف رامے بھی شامل ہیں دونوں میں سے کوئی بھی مقابلے میں رہ گیا تو واقعی کامیابی آپ کے قدم چاٹتی ہوئی آپ کے تلوؤں سے زبان چمٹا بیٹھے گی۔

مشکور ہوا کہ آپ نے اپنی کچھ کامیابی کھر کی طرف بھی منتقل کر دی ہے اور خوش نصیب کھر کے بھی قدم چاٹ رہی ہے بالکل اسی طرح بھینس یا بکریاں انہماک کے ساتھ ناقابل استعمال نمک کا ڈھیلا چاٹتی ہیں۔ سنا ہے نواب زادہ نصر اللہ خاں جیسے روشن دماغ تعلیم یافتہ گیر ے تجربہ کار سیاست دان سے مقابلہ کے متعلق سن کر بوکھلا گئے ہیں —— مختار اعوان بھی ملتان میں صف اوّل کے معززین اور شرفاء میں سے ہیں اور ہر شریف آدمی کی طرح ملتان میں ان کی اچھی خاصی اکثریت ہے ان کے مقابلے میں مولانا حامد علی ہمیشہ ہی انتخابات میں اپنی ضمانت ضبط کراتے ہیں اس دفعہ بھی اعوان صاحب جیسے معزز اور شریف شہری سے متاثر ہو کر انتخابات سے بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

امید ہے آپ کی پارٹی اور آپ گزشتہ منعقدہ انتخابات سے بھی زیادہ اکثریت حاصل کریں گے اگرچہ گذشتہ انتخابات کے برعکس آزادانہ انتخابات کی کارروائیاں کر کے صرف آپ کی پارٹی کی راہوں میں کانٹے بچھائے جا رہے ہیں آپ کو اس قسم کی یک طرفہ کارروائی بالکل برداشت نہیں کرنی چاہیئے آپ کو سیاسی بحران پیدا کر کے چھپ جانا چاہیئے کہ سیاسی بحران کی چابی صرف آپ کے پاس ہے لیکن کچھ ناقص العقل لوگوں کا خیال ہے کہ سیاسی بحران کی چابی اوروں کے پاس بھی ہے اور آپ صرف جیب میں بہت سی گھسی پٹی چابیوں کے گچھے ڈالے پھر رہے ہیں جو صرف اندھیرے میں ہی استعمال کی جا سکتی ہیں لیکن بقول لوگوں کے اب تو پوپھٹ چکی ہے۔ اور بہت سے لوگ جانے کیوں یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ "دکھ جگرا تے ہو جا ہن تکڑا،،

تکڑے تو ماشاء اللہ آپ شروع سے ہی ہیں اور عوامی خدمات نے تو آپ کو اور بھی تکڑا کر دیا ہے بس انہیں خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے کام جاری رکھو تاکہ کامیابی تو صرف اور صرف آپ کی لونڈیا ہے —— لیکن ہوشیار رہنا کچھ لوگ یہ کہتے ہوئے سنے گئے ہیں کہ یہ لونڈیا آپ کے ناجائز تعلقات سے تنگ آ چکی ہے

بقیہ جمعیتہ طلباء

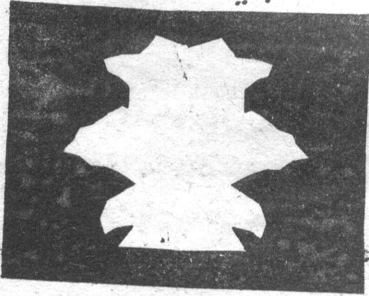
افطار پارٹی

گزشتہ روز جمعیتہ طلباء اسلام تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے زیر اہتمام ایک افطار پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔

اس افطار پارٹی میں جو دفتر جمعیتہ طلباء اسلام حافظ آباد میں دی گئی۔ کثیر تعداد میں ساتھیوں نے شرکت کی۔

افطاری سے قبل ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے مقامی جمعیتہ کے جنرل سیکرٹری جناب اشتیاق احمد نے کارکنوں کو مستقل مزاجی سے کام کرنے پر مبارکباد دی۔

ناظم جمعیتہ طلباء اسلام تحصیل حافظ آباد جناب شیخ محمد اکرم نے بھی طلبہ سے خطاب کیا۔



ابھی ایک حکم پر عمل شروع نہیں ہوا اور اس کی تنسیخ کے احکام جاری ہو گئے

یہ مضمون ۱۹۷۲ء میں ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا تھا اس سے چند اقتباسات موجودہ حالات کے پیشِ نظر ہم جناب محمد اسحاق صاحب کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

لوگ کہتے ہیں مسٹر بھٹو کئی شخصیتوں کے مالک ہیں۔ کبھی ان کی ایک شخصیت جلوہ گر ہوتی ہے کبھی دوسری کبھی تیسری علیٰ ہذا القیاس بعضوں کا خیال ہے کہ ان کے جسم میں کئی روحیں حلول کر گئی ہیں۔ ایک وقت میں ایک نہایت سرکش انقلابی روح نے ان کے جسم پر قبضہ کیا ہوتا ہے۔ کبھی اس کے بالکل برعکس ایک جاگیر دار پورے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ کبھی وہ ایک متدین عالم کی حیثیت سے اسلامی فقہ پر اظہارِ خیال فرما رہے ہوتے ہیں اور کبھی ایک رند بادہ نوش کی طرح نظر بازی کر رہے ہوتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک بہت بڑے سیاسی مجمع گیر ہیں جو اپنی جادو بیانی سے لاکھوں کروڑوں مظلوم عوام کے دل موہ لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی ایک چیز ان کو مسندِ اقتدار پر لائی ہے تو وہ ان کی معجزہ بیانی ہے۔ ان کی ایک عجیب و غریب صلاحیت یہ ہے کہ وہ بہت تیزی کے ساتھ عوامی جذبے کی سمت کا حساب لگا لیتے اور ادھر ہی کو خطابت کے ہوائی گھوڑے دوڑا دیتے ہیں۔ اس تکنیک کے عیارانہ استعمال سے انہوں نے ووٹ حاصل کیے اور اسی کے سہارے وہ اب تک اقتدار پر فائز رہنا چاہتے ہیں۔

جب تک تو مسٹر بھٹو اپوزیشن میں تھے ان کی شاعرانہ تعلّی اور متلوّن مزاجی سیاسی مشاعرہ لوٹ لیتی تھی لیکن اب جب کہ وہ کلّی اقتدار پا گئے ہیں اور قوم کی قسمت کے مالک بن گئے ہیں ان کی خوبی یکا یک خرابی میں بدل گئی ہے۔ وہ ایک حکم دیتے ہیں اور ابھی اس پر عمل شروع نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی تنسیخ کے احکامات جاری کر دیتے ہیں حتیٰ کہ نہ حاکم نہ محکوم یہ نہیں جان پاتے کہ کس حکم پر عمل ہو رہا ہے۔ ذرا بھٹو صاحب کے پاکستانی ریاستوں کے سابق حکمرانوں، صنعت کاروں، تاجروں، مسلح افواج، صنعتی مزدوروں ان کی اپنی پارٹی کے بارے میں احکامات پر غور فرمایئے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے چنانچہ تمام شور و غوغا کے باوجود انہوں نے درحقیقت کوئی انقلابی تبدیلی نہیں کی ہے اور وہ بہت کم معاملات کو سنبھال پاتے ہیں۔

انہوں نے یقیناً ایک کڑی بوکھلاہٹ میں ہی عوامی قوت کو سرکاری قوت کے ذریعے دبانے کی دھمکی دی ہے اور آج اسی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے کہ کچھ ایسا معلوم ہونے لگا ہے کہ ابھی سے مسٹر بھٹو کی شخصیت کی مماثلت ایوب خان کی اس کے "آخری دنوں کی شخصیت" سے بہت بڑھ گئی ہے۔ ۲۰ر دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب مسٹر بھٹو پاکستان کی تاریخ کی مقتدر ترین ہستی بن گئے تو ان کی صورت حال ۲۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء کے ایوب خان سے بہت ملتی جلتی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ جب ایوب خان نے اقتدار پکڑا تو عوام سیاسی لیڈروں کی کارستانیوں سے نالاں تھے اور بھٹو کا ظہور اس وقت ہوا جب فوج کی عزت و آبرو ایک سازش کے ذریعے خاک میں مل چکی تھی۔ دونوں حالتوں میں قدرتی طور پر کچھ فرق بھی ہے مثلاً آغازِ اقتدار میں ایوب خان کے پاس اپنی سیاسی پارٹی نہیں تھی اور بھٹو افواج کا احکم الحاکمین نہیں تھا۔ چنانچہ ایوب خان نے فوج کے سہارے اقتدار پکڑا اور بھٹو کو گلیوں اور بازاروں کی قوت نے اقتدار دلوایا۔ لیکن دونوں نے بہت جلد اپنی کمی پوری کر لی۔ ایوب نے آخر کار اپنے لیے ایک سیاسی پارٹی پیدا کر لی اور بھٹو صاحب خیر سے کمانڈر انچیف بن گئے ہیں۔ اور ایوب خان قائد عوام بننے کی فکر میں تھا کہ اس کے ہاتھ سے قیادت جاتی رہی۔ اور بھٹو صاحب نے اپنے اور اپنے حاشیہ نشینوں کے جسموں پر فوجی قسم کی وردیاں سجا دی ہیں اور عوام کو توپ و تفنگ کے استعمال کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ کئی لوگ سوال کرنے لگے ہیں کہ کیا بھٹو کا ایوب خان جیسا حال تو نہیں ہو سکتا ہے گو ایک معکوس شکل میں۔

کیا بھٹو صاحب کو اس بات کا احساس ہے کہ ان کی صورت حال ان کے راندے ہوئے پیر اپنے آقا کی صورتِ حال سے کتنی ملتی جلتی ہے؟

آیئے ۱۹۵۹ء اور ۱۹۷۲ء کی زرعی اصلاحات کا تھوڑا سا موازنہ کریں کہ بھٹو صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے کیا وہ واقعی درست ہے۔ ہم ایسا چار عنوانوں کے تحت کرتے ہیں۔

میرے خیال میں ان زرعی اصلاحات سے بھٹو صاحب جو مطلب نکالنا چاہتے ہیں وہ اقتدار کی سیاست میں ایک "ترپ کا پتا" حاصل کرنا ہے اور کسانوں کی بہبود اور جاگیرداری کا سر کوبی محض ایک چال ہے تاکہ لوگوں کے ذہن معاملے کی اصل صورت کو نہ بھانپ سکیں

بھٹو کا اسلام ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء سے قبل کچھ کہتا ہے اور بعد میں کچھ اور!

جعل و فریب کا معاملہ

بہر حال یہ مسئلہ ہم بعد میں چھیڑیں گے۔ فی الحال آیئے بھٹو صاحب کے دعووں کا معاملے کی اصل حیثیت سے موازنہ کریں۔ بھٹو صاحب نے اپنی اصلاحات کی تعریف میں بڑی چکنی چپڑی باتیں کی ہیں جو بالکل بکواس ہیں۔

اب انہوں نے ایک اور اسلامی مسئلہ شروع کر دیا ہے۔ خود ان کے حکم کے مطابق زمین کی حدِ ملکیت ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ء سے پہلے فرد کی بنیاد پر ہوگی اور اس تاریخ کے بعد سے خاندان کی بنیاد پر ہوگی۔ گویا ان کا اسلام ۲۰ دسمبر ۱۹۷۱ سے پہلے کچھ اور کہتا ہے اور بعد میں کچھ اور!

(ب) اراضی کی منتقلی کا مسئلہ

یہ محض بھٹو صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ جاگیرداروں کی اس قسم کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ان کو تو معلوم ہے کہ اس بازی میں محکمہ مال کے حکام کو شکست دینا بہت مشکل ہے

(ج) جاگیرداروں کو چھوٹ اور دوسری مراعات

بھٹو کے وزیر مصطفیٰ جتوئی کے اس قول کے مطابق ۱۹۵۹ء کی زرعی اصلاحات میں بھٹو کی ذاتی ملکیت سے گیارہ ہزار ایکڑ کٹ گئے اور ان کے خاندان کو پچاس ہزار ایکڑ کا نقصان ہوا۔ کیا مسٹر جتوئی کوئی ایک ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں جس کے مطابق موجودہ اصلاحات کے نتیجے میں کوئی جاگیردار اتنی اراضی کھوئے گا۔ کھاد رہے گا مزارعہ کو بھی پتہ چل گیا زمین میں سے جو بھٹو صاحب مفت میں اسے کچھ نہیں ملے گا۔ جو بھٹو کا مبہت زمین کسی کھاتہ جاگیردار کی چھوٹے گی اسے بھی اس کے اپنے آدمی حاصل کر لیں گے

کسانوں کی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز

اس طرح سے مزارعہ بیچارے خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔ بھٹو صاحب کے یہ "روح پرور" اور ولولہ انگیز ارشادات مزارعوں کو یقیناً حسرتوں کی واماندگی اور امیدوں کی شکست کی آواز بن کر سنائی دیں گے۔

"جو اصلاحات میں آج نافذ کر رہا ہوں ان سے عام آدمی کی زندگی اور قسمت بدل جائے گی۔ ان اصلاحات سے عام آدمی کو ان تمام اقدامات سے جو ہم مستقبل میں کریں گے زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ ان اصلاحات سے ہماری عوام کا وقار بلند کر سکیں گے اور ان کا وقار آدمیتِ خودداری اور عزت بحال ہو جائے گی۔

بھٹو صاحب کی اس قسم کی بیان بازی سے طبیعت میں متلی ہونے لگتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ غریبوں کی طول رات کو طویل تر کیا جا رہا ہے اور اس کی سیاہی میں مزید سیاہی کی تہیں چڑھ رہی ہیں مزارعہ بیچارے کس طرح سے اس بات پر خوشیاں منائیں کہ جو اراضی ان کو ایک پیسہ خرچ کیے بغیر مل رہی ہے اس کا وجود ہی نہیں ہے۔

واقعی بھٹو نے ایوب کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

تاریخ کے قوانین انسان کے ارادے سے آزاد ہوتے ہیں۔ تاریخ کا جو قانون آج دنیا کے پسماندہ ملکوں میں کارفرما ہے وہ بڑا اہداف ہے اور وہ یہ ہے کہ ملک آزادی چاہتے ہیں۔ قومیں حریت چاہتی ہیں اور عوام انقلاب چاہتے ہیں آج اسلامی جمہوریت کا تاریخی دھارا بے پناہ قوت سے بہہ رہا ہے۔ ہمارے ملک کے عوام نے بھٹو صاحب کے پیغام کو یہی معانی پہنائے تھے اور اسی لیے ان کی اقتدار تک رسائی میں امداد کی تھی۔

اس کے برعکس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر بھٹو ایک دوسرے موڈ میں ہیں کہ مشرق سرخ ہے اور لینن جیسے انقلابیوں کے لیے بھی ان کے دل میں تعظیم معلوم ہوتی ہے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں اس قسم کا صنعتی انقلاب آئے جو مغربی ممالک میں کئی صدیاں پہلے آیا تھا۔ انگلستان میں سترھویں صدی میں، فرانس میں اٹھارھویں صدی میں اور جرمنی میں انیسویں صدی میں آیا تھا۔

بھٹو صاحب اپنی جاگیردارانہ خاندانیت کا بڑا مان کرتے ہیں جبکہ وہ قومی زندگی کو سرمایہ داری پیداوار کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں۔ گویا وہ کرامویل کی طرح انگلستان کا لارڈ پروٹیکٹر بھی بننا چاہتے ہیں۔ وہ چارلس دوم کی طرح سنہری انقلاب کے مزے بھی لوٹنا چاہتے ہیں۔ وہ رابسپیئر کی طرح کا انقلابی بھی بننا چاہتے ہیں اور نپولین کے شہنشاہی ٹھاٹھ باٹھ بھی اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

اپنی خواہشات اور رغبتوں میں وہ دراصل ایوب خاں کا عکس ہیں۔ دونوں ہی انگلستانی ثقافت کے ساتھ اپنا قریبی رابطہ ظاہر کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ایوب خان سینڈہرسٹ کے واسطے سے ایسا کرتا تھا اور بھٹو کو آکسفورڈ کا خبط ہے۔ دونوں نے اپنے اقتدار کے

باقی صفحہ ۲۰ پر

بھٹو کی بیان بازی سے غریبوں کی طویل رات طویل تر ہوگئی

آغاز میں بڑے سرمایہ داروں کے دو چار نمائندوں کو جیل میں ڈالا۔ دونوں نے یہ کوشش کی کہ پاکستان کے کمائے ہوئے زرِ مبادلہ کو باہر کے ملکوں سے واپس منگوائیں لیکن ناکام رہے اور دونوں نے آخر کار مزدوروں کے مقابلے میں سرمایہ داروں کی حمایت کا فیصلہ کر لیا۔ دونوں نے ہی جو زرعی اصلاحات کی ہیں ان کا خاکہ بالکل ایک سا ہے۔ دونوں کا بڑا مقصد یہ ہے کہ جاگیرداروں کو سرمایہ کاروں میں بدل دیں اور اس طرح سے جاگیردار امراء اور سرمایہ داروں کا آپس میں رشتہ قائم کر دیں۔ ایوب خاں غالباً یہ دیکھ نہیں پایا اور بھٹو غالباً یہ سمجھنا نہیں چاہتا کہ پرانے وقتوں کا صنعتی انقلاب آج ممکن نہیں ہے۔ اوّل تو اس لیے کہ ملک کے سامراجی مفادات ایسے انقلاب کی اجازت نہیں دیں گے اور دوئم آج کے آزاد دور میں محنت کش عوام کے ذہنوں میں ایک دوسری قسم کا انقلاب پل رہا ہے جس کا ادراک نہ ایوب اور نہ ہی بھٹو کے بس کی بات ہے بجائے اس کے کہ وہ سامراجیوں، سوشل سامراجیوں، جاگیرداروں اور گماشتے سرمایہ داروں کی چمچہ گیری کریں بھٹو کو یہ چاہیئے کہ ایک صاف ستھری اشتراکی سامراج دشمن جاگیردار دشمن پالیسی اختیار کریں۔

ایک بہت اہم سوال جو اس سلسلہ پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا مسٹر بھٹو یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ خود کو اپنے طبقے سے آزاد کرالیں اب تک انہوں نے جس قسم کی رغبت کا اظہار کیا ہے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایسا تو نہیں کر رہے جس طریقے سے انہوں نے راندے ہوئے امریکی ایجنٹوں کو اپنے اردگرد جمع کر لیا ہے جس طرح انہوں نے سامراجی سرمایہ کی پاکستان میں پائی پائی کی حفاظت کی کھل کر گارنٹی دی ہے۔ جس طرح سے وہ روس کی نظرِ ثانی اور اقتصادی امداد کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جس طرح سے وہ پنجاب میں موجود جذبات سے بوکھلا اور گھبرا گئے ہیں، جس طرح سے وہ اپنی جاگیرداری خاندانیت کا تمغہ اونچا کرتے رہتے ہیں ایوب خان نے والئی سوات کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے جاگیردار کا مقام حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور جس طرح سے بھٹو نے انقلابی اصلاحات کے نام پر عوام کو فریب دینے کی کوشش کی ہے یہ سب اسی بات کی علامات ہیں کہ بھٹو خاں نے وہیں سے اپنی حکومتی پالیسی چلائی شروع کر دی ہے جہاں اسے ایوب خاں چھوڑ گیا تھا اور یہ کسی ایوب خاں یا بھٹو خاں کا مسئلہ نہیں ہے۔ جو کوئی بھی آج پاکستان میں موجود نیم نوآبادیاتی نیم جاگیردارانہ معیشت کو قائم رکھنے کی کوشش کریگا اس کا یہی حشر ہوگا۔ یہ تاریخ کا اٹل قانون ہے

طلباء کی سرگرمیاں

حالیہ نظامِ شریعت کی تحریک میں اپنے اضلاع کی مکمل رپورٹیں جلد از جلد ارسال کی جائیں

ظہیر میر

میاں محمد عارف مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

معزز رفقاء!

السلام علیکم،

ترجمان اسلام کے صفحات کے ذریعے آپ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

پچھلے چند ماہ میں چلائی جانے والی، تحریک کے نتیجے میں ہم بحمد اللہ ایک ظالم حکمران سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ نظامِ شریعت کے نفاذ کی اس تحریک میں آپ نے جس جرأت مندی اور بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ وہ اس تحریک کا ایک زرّیں باب ہے۔

اس تحریک میں ہمارے کم از کم بارہ ۱۲ ساتھی خون کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ کم و بیش دو ۲ سو کے قریب طلباء زخمی ہوئے۔ جبکہ دو ہزار سے زائد طلبہ ملک کے مختلف حصوں میں گرفتار ہوئے۔ ان عظیم قربانیوں کو محفوظ کرنے، اس کا ریکارڈ رکھنے اور آنے والی نسل کو راہِ عمل دکھلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو ایک کتابی شکل میں محفوظ کر لیا جائے۔ اس لیے ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کی ٹھوس تاریخ مرتب ہو جائے۔

اس کام کے لیے آپ سب دوستوں کا تعاون انتہائی ضروری ہے۔ میں خصوصاً تمام شاخوں کے صدر اور ناظم عمومی سے گزارش کرتا ہوں کہ تحریک میں حصہ لینے والے سر فروشوں کا انفرادی کام، شہداء کی سوانح عمری اور فوٹو اگر مل سکیں، اور زخمیوں کے کارہائے نمایاں تفصیل سے لکھ کر بھیجیں۔

یہ کام پہلی فرصت میں مکمل کرنے کا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی سستی سے ایک مجاہد کا کردار تاریخ کی نظروں سے اوجھل ہو جائے اور اس کے عظیم کارنامے سے آئندہ نسل روشناس نہ ہو سکے۔

آخر میں ایک مرتبہ پھر گزارش ہے۔ کہ جلد از جلد تمام رپورٹیں ارسال کر دیں۔ تاکہ یہ کام جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔

خاکپائے اسلاف،

میاں محمد عارف!

⁘

شیڈول کمیٹی کا اجلاس

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے زیر اہتمام آئندہ منعقد ہونے والے تربیتی اجتماع سے متعلق جو سہ رکنی شیڈول کمیٹی تشکیل دی گئی۔ گزشتہ روز مرکزی دفتر میں اس کا اجلاس ہوا یاد رہے، اس کمیٹی کے اراکین میں میاں محمد عارف (مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان)، غلام اللہ خان صاحب (مرکزی ناظم نشریات) اور محمد ظہیر میر (نائب صدر جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب) شامل ہیں۔

اس کمیٹی کا اجلاس زیرِ صدارت میاں محمد عارف (مرکزی صدر) منعقد ہوا۔ اور آئندہ تربیتی پروگرام کے لیے شیڈول کی منظوری دی گئی۔

⁘

دستور چھپ گیا

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کا دستور بڑے اچھے سرورق کے ساتھ چھپ گیا ہے۔

قیمت ایک روپیہ فی کاپی کے حساب سے مرکزی دفتر B-4، شاہ عالم مارکیٹ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

⁘

درج ذیل لٹریچر موجود ہے

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے کارکنوں کے تعاون سے لٹریچر کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا ہے دفتر میں درج ذیل لٹریچر کی وافر تعداد موجود ہے۔

حسب ذیل شرح پر دفتر سے لٹریچر حاصل کیا جا سکتا ہے!

۱۔ دستور قیمت ۱/= فی کاپی

۲- جمعیت طلباء اسلام کیوں بنی؟
قیمت ۴۰ روپے فی سینکڑہ
۳- علماء حق کی قیادت
قیمت ۲۰ روپے فی سینکڑہ
۴- تعارف
قیمت ۲۰ " " "
۵- اعتدال کی راہ
قیمت ۲۰ روپے فی سینکڑہ

دیگر لٹریچر زیر طبع ہے۔ شائقین حسب ضرورت بذریعہ وی پی منگوا سکتے ہیں!

انتہائی خوبصورت بیج

جمعیت طلباء اسلام پاکستان نے اپنی ایک امتیازی حیثیت کے لحاظ سے ایک انتہائی خوبصورت بیج بنایا ہے۔ یہ پلاسٹک پر بنایا گیا ہے۔ اور قیمت انتہائی معمولی صرف ایک روپیہ پچاس پیسے ہے! حسب ضرورت مرکزی دفتر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

منجانب:
شعبہ نشر و اشاعت
جمعیت طلباء اسلام پاکستان
۴- بی، شاہ عالم مارکیٹ
لاہور،

ندیم اقبال اعوان مخاطب ہیں،

صوبہ پنجاب کی جمعیت کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے صوبہ بھر کے جمعیت کے ساتھیوں سے تربیتی پروگرام منعقدہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال (۲۱، ۲۲، ۲۳ اگست) میں جوش و خروش سے حصہ لینے کی ہدایت کی ہے۔

انہوں نے ایک بیان میں کہا ہے کہ یہ پروگرام ہر کارکن کے لئے انتہائی اہم ہے۔ اس لئے بروقت تشریف لانا بہت ضروری ہے۔

انہوں نے فرمایا۔

"انشاء اللہ جلد ہی اس تربیتی اجتماع کے مثبت نتائج آپ کے سامنے آجائیں گے۔ اور وہ دن دور نہیں جب جمعیت طلباء اسلام کے جیالے کارکن ملک میں اپنی حقیقی حیثیت منوا لیں گے۔"

انہوں نے آخر میں کہا۔

"میں امید کرتا ہوں کہ صوبہ پنجاب کے ہر ضلع سے مطلوبہ تعداد میں کارکن شرکت کریں گے۔"



جمعیت طلباء اسلام تحصیل چارسدہ کا ایک اجلاس زیر صدارت حمید اللہ حامد منعقد ہوا۔ جس میں ضلع پشاور کی جمعیت کے صدر جناب حبیب ملنگ نے بھی شرکت کی۔

عبد القدوم کو گورنمنٹ کالج، چارسدہ کے لئے کنوینر مقرر کیا گیا۔

اس موقع پر ساجد علی شرف باچا، عادل خان اور قیوم خان نے جمعیت طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔



جمعیت طلباء اسلام اکوڑہ خٹک دار العلوم حقانیہ کے سابق صدر جناب حافظ غلام ربانی نے اپنی والدہ مرحومہ کی اظہار تعزیت کے پیغام بھیجنے والے تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کیا ہے۔

انہوں نے ایک بیان میں کہا کہ بعض عوارض کی بناء پر ان کے لئے فرداً فرداً جواب دینا ناممکن ہے۔ اس لئے میں تعزیت کرنے والے حضرات کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دریا خان (میانوالی)

گزشتہ روز، جمعیت طلباء اسلام دریا خان، کی ایک ہنگامی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں محمد اکرم فاروق، شکیل طارق اور سجاد اقبال نے تقاریر کیں۔

دریا خان میں ماشاء اللہ جماعتی کام جس زور و شور سے جاری ہے تمام مقررین نے اس کا اظہار کرتے ہوئے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ،

"انشاء اللہ ہم مزید کام کی رفتار تیز کر دیں گے۔ اور وہ دن دور نہیں جب دریا خان میں جمعیت طلباء اسلام ایک فعال جماعت کی حیثیت اختیار کر جائے گی۔

بقیہ صفحہ ۳۰ پر

عمیر الہاشمی

حسن کالونی سہراب گوٹھ کے ہزاروں افراد نے جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان کر دیا

کراچی ۱۶ اگست قومی اتحاد کے ممتاز رہنما جمعیت علماء اسلام کراچی سینٹرل کے امیر اور حلقہ نمبر ۱۱ سے قومی اسمبلی کے امیدوار الحاج مولانا ذکریا نے حسن کالونی سہراب گوٹھ کے ہزاروں پختون قبائل کے نمائندوں کی دعوت پر علاقے کا دورہ کیا۔ اس موقعہ پر بستی کے سرکردہ افراد نے مولانا ذکریا کو ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا اور بستی کے ہزاروں افراد کی طرف سے جمعیت علماء اسلام کی حمایت کا اعلان کیا۔ حسن کالونی کے پختون قبائل کے مختلف اشخاص نمائندوں نے باضابطہ طور پر جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کے بنیادی رکنیت فارم بھی پر کئے۔ اس موقعہ پر پختون قبائل کے نمائندہ مولانا فضل الرحمٰن نے مفتی محمود کو پوری قوم کی قیادت کرنے پر پُرجوش الفاظ میں مبارکباد پیش کی۔ اور مولانا ذکریا کو تحریک نظام مصطفیٰ میں بے مثال کردار اور عظیم قربانیاں دینے پر خراجِ تحسین پیش کیا۔ جمعیت علماء اسلام کے لیے پوری بستی میں پختونوں کی طرف سے ہر طرح کی جانی و مالی قربانی دینے کے عزم کا اظہار کیا۔ پختون قبائل کے نمائندوں کے ان تاثرات کے جواب میں خطاب کرتے ہوئے پختون قبائل کے تمام نمائندوں کی طرف سے جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اور حمایت کے اعلان کا خیر مقدم کیا۔ اور کہا کہ ہمارا مقصد اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ سے آپ کے ہر قسم کے مسائل کو حل کرنا ہے۔ اسلامی نظام کے لیے آپ نے گذشتہ تحریک میں جو بے مثال قربانیاں دی ہیں جو اللہ کے ہاں قبول کر لی گئی ہیں

- - - - - - - - - - اور جہاں تک جمعیت علماء اسلام کا تعلق ہے تو میں اس جماعت کا ادنیٰ کارکن ہونے کی حیثیت سے ہر وقت اور ہر طرح آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوں آپ جس کام کے لیے ضروری سمجھیں میری خدمات حاصل کر سکتے ہیں

حسن کالونی سہراب گوٹھ سپر ہائی وے میں جمعیت علماء اسلام کے انتخابات

کراچی ۱۶ اگست۔ آج ایک اجلاس حسن کالونی کے پختون قبائل کے نمائندوں کا مولانا ذکریا امیر جمعیت علماء اسلام کراچی سینٹرل امیدوار حلقہ ۱۱ قومی اسمبلی کی زیر صدارت ہوا جس میں مندرجہ ذیل افراد کو جمعیت علماء اسلام حسن کالونی کا عہدیدار منتخب کیا گیا۔

۱۔ سرپرست ۱۔ حاجی رحمت اللہ
۲۔ سرپرست ... ۲۔ محمد میاں گل
۳۔ امیر ... مولانا فضل الرحمٰن
۴۔ نائب امیر ... ۱۔ سرور خان
۵۔ نائب امیر ۲۔ باز محمد خان
۶۔ ناظم اعلیٰ محمد غزا خان
۷۔ نائب ناظم نمبر ۱۔ گل زادہ خان
۸۔ نائب ناظم ۲۔ عبدالرحمان
۹۔ ناظم نشریات۔ محمد اشرف خان
۱۰۔ خزانچی۔ حاجی پیر داد
۱۱۔ سالار۔ زیارت گل
۱۲۔ نائب سالار۔ مومن خان

پنڈ داد خان صدر جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کرپانہ یونین محمد لیلیٰ سیکرٹری محمد لیلیٰ رشید سیکرٹری پان سیگریٹ یونین محمد یامین کی جمعیت علماء اسلام میں شمولیت مورخہ ۷-۸-۱۲ کو بعد نماز جمعہ مدرسہ فیض القرآن میں قاری قیام الدین صاحب کی دعوت پر شہر کا ایک نمائندہ اجلاس ہوا۔ حضرت قاری صاحب نے جمعیت کے اغراض و مقاصد پر مفصل روشنی ڈالی جس پر مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ سینکڑوں افراد نے جمعیت علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ قاری قیام الدین صاحب اور عبدالواحد عابد نے ان تمام حضرات کی جمعیت میں شمولیت کا خیر مقدم کیا۔ اور شہر منڈ داد خان کے لیے مندرجہ ذیل انتخاب کیا۔

امیر ... حضرت مولانا قیام الدین صاحب خطیب جامع مسجد عثمانِ غنیؓ
نائب امیر اوّل ... منشی محمد حسن صاحب
نائب امیر دوئم عطا محمد احرار
جنرل سیکرٹری خواجہ محبوب الٰہی صاحب
جوائنٹ سیکرٹری ... محمد لیلیٰ ارشد
سیکرٹری نشر و اشاعت محمد دین صاحب
پروپیگنڈہ سیکرٹری ... نظام الدین ناصر
خازن حبیب اللہ صاحب
سالار محمد لیلیٰ صدر کرپانہ یونین

اجلاس جمعیت علماء اسلام تحصیل مری

مولانا غلام محمد صاحب مدظلہ نے جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے تمام ارکین حفاظ قراء اور خطباء نیز معززین علاقہ کا مشترکہ اجلاس ہوا جمعرات ۱۱ اگست کو مدرسہ تعلیم القرآن میں کسی بھی طلب کیا ہے اجلاس میں صوبائی اسمبلی کے امیدوار قاری محمد اسد اللہ عباسی کی بھرپور انتخابی مہم چلانے کے متعلق اہم فیصلے کیے

جمعیت علماء آزاد
جموں وکشمیر

جمعیت علماء آزاد جموں وکشمیر کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب نے راولپنڈی میں جمعیت کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب تک قیادت برصغیر میں علماء کے ہاتھ رہی تو مسلمان ہر طرح سے کامیاب وکامران رہے۔ لیکن موجودہ دور میں طرح طرح کے مسائل اور غیر اسلامی نظریات کی حمایت اور باہمی انتشار صرف اللہ کے قانون سے روگردانی کی وجہ سے ہے۔

انہوں نے کہا کہ جمعیت علماء آزاد کشمیر صرف اس لیے میدان عمل میں آئی ہے کہ ریاست جموں وکشمیر میں مکمل اسلامی شریعت نافذ ہو سکے اور اس کام کو صرف علماء دین ہی سرانجام دے سکتے ہیں انہوں نے کارکنوں پر زور دیا کہ اسلام کے قانون کی بالادستی کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ جمعیت علماء آزاد جموں وکشمیر کے ناظم اعلیٰ مولانا امیر الزمان صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا سیاسی میدان میں آنے کا واحد مقصد خدا کی زمین پر خدا کا قانون قائم کرنا ہے۔ جمعیت کے اغراض ومقاصد سے اتفاق کرتے ہوئے میجر مہتاب صاحب نے جمعیت میں شمولیت کا اعلان کیا ان کے علاوہ محمد عارف صاحب مالک وطن ٹریڈرز قاری بشیر احمد محمد خادم، صوفی محمد اشرف اور صوفی محمد صدیق صاحب نے اپنے بیس ساتھیوں سمیت جمعیت میں شمولیت کا اعلان کیا۔

حرمین شریفین میں دعائیں

مری: جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے نگران اعلیٰ استاذ الحفاظ مولانا حافظ غلام محمد صاحب مدنی مدظلہ عرصہ چھ سال بعد مکۃ المکرمہ اور مدینہ المنورہ سے یکم اگست کو واپس مری اپنے گاؤں کائیاہ تشریف لائے۔ ان کی آمد پر جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے کارکنوں۔ ان کے بے شمار شاگردوں اور ان کے عقیدت مندوں نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا۔ موصوف اس وقت اپنے گھر واقع کائیاہ میں ہیں اور روزانہ سینکڑوں افراد ان کی ملاقات کے لیے آ رہے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے ایک وفد نے جس کی قیادت جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے امیر قاری اسد اللہ عباسی کر رہے تھے مولانا غلام محمد صاحب سے ملاقات کے لیے ان کی قیام گاہ پر پہنچا وفد کے اراکین سے خطاب کرتے ہوئے حافظ غلام محمد صاحب نے فرمایا کہ مکۃ المکرمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم پاکستانی۔ پاکستان کی صورت حال سے بہت بے چین تھے اور رو، رو کر پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے دعائیں کرتے ہیں انہوں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ پاک آرمی نے بروقت اقدام کر کے ایک ظالم اور جابر انسان سے ملک وملت کو بچالیا۔ مولانا غلام محمد صاحب نے قائد جمعیت وقائد قومی اتحاد مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی ولولہ انگیز قیادت ان کے فہم وفراست وتدبر کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ انشاء اللہ مفتی اعظم کی قیادت میں پاکستان میں جلد ہی اسلامی قانون کا نفاذ ہو جائے گا۔ انہوں نے کارکنوں کو ہدایت کی وہ خدا کی ذات پر پورا بھروسہ کر کے اعلائے کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے صرف خدا ذوالجلال کی خوشنودی کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہو جائیں۔ مولانا حافظ غلام محمد صاحب نے اس ضمن میں آنحضور اور ان کے جان نثار صحابہ کرام رض کے کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ان مقدس ہستیوں نے صرف خدائے قدوس کی رضا کی خاطر وقت کے کفار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرکار دو عالم کی دعوت کو پوری دنیا میں عام کیا۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ تحریک میں پاکستان کے مسلمانوں نے جو عظیم قربانیاں دیں وہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہیں گی اس تحریک نے بھٹو جیسے دھوکہ باز اور مکار وعیار انسان کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ مسٹر بھٹو حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے سامنے مکڑی کا جالا ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے ایمان کی بنیاد جہاد ہے لہٰذا ہم کو سر بکفن ہو کر میدان میں نکلنے کی ضرورت ہے تاکہ آنے والے انتخابات میں ملک کے سوشلسٹوں کمیونسٹوں اور دوسری باطل طاقتوں کو عبرت ناک شکست دے کر یہ بات ثابت کی جائے کہ اس ملک میں اور صرف محمدی شریعت ہی کا نفاذ ہو سکتا ہے

شکارپور

جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے نائب امیر مولانا محمد مراد وصوبائی ناظم مولانا غلام قادر صاحب نے سندھ کے اکثر اضلاع کا تفصیلی دورہ کیا بمعہ حضرت مولانا حضور الدین ناظم عمومی ضلع شکارپور و مولانا محمد یعقوب صاحب امیر ضلع سکھر ٹھل ضلع جیکب آباد گئے سید احمد شاہ صاحب امیدوار صوبائی اسمبلی سے ملاقات کر کے کندھ کوٹ گئے مولانا عمر الدین صاحب مولانا عبد السمیع صاحب میاں رشید احمد سیال ومیاں عبد الرحیم سے ملے اور تنظیمی امور کے متعلق گفتگو ہوئی پھر وہاں سے رتو ڈیرو گئے جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الغفار صاحب وحضرت مولانا عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفا ارشید میاں حبیب الرحمٰن صاحب سے ملے پھر وہاں سے لاڑکانہ گئے بھائی عبد الرحیم ولالہ عبد الغفور سے ملاقات کر کے پیر شریف گئے یہاں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا الکریم صاحب قریشی مدظلہ العالی سے ملاقات کر کے کچھ ہدایات حاصل کیں اور صوبائی فنڈ جمع کیا پھر وہاں سے خیرپور تشریف لے گئے جہاں مولانا بدرالدین صاحب ومحمد خان صاحب عزیز وحاجی عبد الواحد وحاجی عبد اللہ سے ملے اس کے بعد کولاب جتل گئے جہاں جمعیت ضلع خیرپور کے امیر حضرت مولانا غلام محمد صاحب سے گفتگو کی اس کے بعد کنڈیارو نوشہرو فیروز، مورو، سکرنڈ، نواب شاہ، کیچالی شاہ ہیبر چاکر، سانگھڑ، میرپور خاص، سندھ یونیورسٹی اور حیدرآباد گئے۔ اس دورے میں ہر جگہ احباب نے تعاون کا یقین دلایا۔